جلد02شمارہ۱۸،۲۰۲۴

Article

Unpublished letters of Dr Moeenuddin Aqueel written to Dr. Unus Hasani

ڈاکٹر معین الدّین عقیل کے چند غیر مطبوعہ خطوط ڈاکٹر یونس حسنی کے نام

Dr. YounusHasni*[1]

[1] Associate Professor, Department of Urdu, University of Karachi, Karachi

*Correspondence: ansarahmed@uok.edu.pk

ڈاکٹر انصار احمد شیخ ،[1]

[1]اسسٹنٹ پروفیسر (اردو) ،شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:13-۰7-2025
Accepted:25-۰9-2025
Online:27-۰9-2025

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The tradition of letters writing in Urdu literature has been very strong. To make this tradition reliable and firm at least every writer of Urdu language and literature participated in it. Professor Dr. Moeenuddin Aqueel wrote these letters from Japan during his stay. These letters also illustrate customes, systems of educational institutions, and living system of Japan. These letters also give us impact of journey account. These letters show his beautiful private and hidden life's glimpses, which were unknown to readers of literature, because they were not became ornament of any page before. Beside this distinguished personalities of Urdu literature poets, writers, critics, researchers, compilers and students were also became topic of discussion. Those remarkable creative works which had been doing in literary world in those days, and their achievements can be witnessed continuously in these letters.

Key words: Letters, tradition, Urdu language, Japan, Literature, Moee-u-Din Aqeel

روئے زمین کے طول و عرض میں پیغام رسانی کا جو طریقہ خالقِ کائنات نے فرشتوں اور آسمانی صحیفوں کے ذریعے انسانوں کو سُجھایا تھا، وہ بتدریج ترقّی اور عروج کی منازل طے کرتے ہوئے آج برق رفتاری کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں کتاب (پی ڈی ایف) یا خط (برقی) کو سماجی ذرائع ابلاغ (سوشل میڈیا) کے وسیلے سے پلک جھپکنے میں دنیا کے کسی بھی خطّے میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ اردو زبان و ادب میں مکتوب نگاری کی روایت اب اتنی مستحکم ہو چکی ہے کہ اِس نے اصنافِ ادب میں باقاعدہ ایک صنف کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ مشاہیر کے لکھے لاکھوں خطوط رفتہ رفتہ مقالات اور کتابوں کی صورت میں محفوظ ہو رہے ہیں۔ اِس ذخیرے میں ایک اضافہ پروفیسر ڈاکٹر معین الدّین عقیل کے غیر مطبوعہ خطوط بنام پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی کی صورت میں ہو گا۔ یہ خطوط ڈاکٹر یونس حسنی کی ملکیت میں تھے، جو انھوں نے راقم کی درخواست پر عنایت کر دیے۔ راقم کی یہ خوش قسمتی رہی ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی ہی کی نگرانی میں اپنا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ (۱) لکھا تھا۔

ڈاکٹر یونس حسنی (پیدائش: یکم اپریل ۱۹۳۷ء) کا شمار پاکستان کے ایک اہم محقّق، معلّم، نقّاد، خاکہ نگار اور کالم نگار میں ہوتا ہے۔ آپ عربی، فارسی، انگریزی زبانوں کے علاوہ ہندی سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ ٹونک جائے ولادت ہونے کے سبب آپ کی ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم "ٹونک" اور "بھوپال" کی درس گاہوں سے ہوئی۔ ڈاکٹریٹ کی تعلیم "وکرم یونیورسٹی" (اُجّین) سے مکمّل کی۔ پی ایچ ڈی میں آپ کا موضوع "اختر شیرانی اور جدید اردو ادب" تھا، جسے آپ نے پروفیسر ڈاکٹر ابو محمّد سحر کی نگرانی میں ۱۹۶۶ء کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ کی زندگی کے کم و بیش پچپن (۵۵) برس مختلف سرکاری اور نجی جامعات میں بطور مدرّس صرف ہوئے۔ تدریسی و تحقیقی میدان میں آپ اپنے اساتذہ ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر ابو محمّد سحر کے حقیقی جانشین ٹھہرے۔ جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو میں بحیثیت پروفیسر بہترین تدریسی اور انتظامی خدمات کی گواہی آپ کے تلامذہ بھی دیں گے۔ جہاں یہ ہر دل عزیز استاد رہے۔ تحقیقی حوالے سے آپ کے متنوّع موضوعات پر مقالات ہندوستان اور پاکستان کے مؤقر ادبی جرائد و رسائل میں چھپتے رہے ہیں۔ شاعرِ رومان "اختر شیرانی" پر تحقیق کے بعد آپ نے ان کے تمام شعری مجموعوں کی ترتیب و تدوین کا کام انتہائی عرق ریزی سے کیا، جو بعد ازاں "کلیاتِ اختر شیرانی" کے نام سے پاکستان (۲) اور ہندوستان (۳) سے شائع ہو چکا ہے۔ اختر شیرانی پر مسلسل اور معیاری کام کی بدولت دنیائے ادب اب آپ کو "اختر شناس" کہتی ہے۔ اِس پیرانہ سالی میں بھی آپ اختر شیرانی کے مختلف رسائل میں بکھرے بیسیوں مضامین کو جمع کر کے تدوینی کام سرانجام دے رہے ہیں، جو عن قریب مدوّن صورت میں پہلی بار منصّۂ شہود پر آ جائیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر معین الدّین عقیل ایک نابغۂ روزگار اور عہد ساز شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کے آباؤاجداد کا تعلّق علم و ادب کی سرزمین حیدرآباد دکّن (ادگیر) سے تھا۔ ۲۵ جون ۱۹۴۶ء کو آپ کی ولادت بھی اِسی سرزمین پر ہوئی۔ تقسیم کے بعد مسلم کُش فسادات کے سبب آپ کے خاندان نے ۱۹۵۳ء میں ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی۔ کراچی سے آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ثانوی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول لانڈھی نمبر ا سے ۱۹۶۳ء میں اور اعلیٰ ثانوی اردو کالج کراچی سے ۱۹۶۵ء میں مکمّل کی۔ بی اے اور ایم اے (اردو) جامعہ کراچی سے کیا۔ ایم اے کی سند امتیازی نمبروں سے درجۂ اوّل میں ۱۹۶۹ء میں حاصل کی۔ اِس نمایاں کامیابی پر انھیں انجمن ترقّیِ

اردو پاکستان کراچی کی جانب سے "بابائے اردو ایوارڈ" سے بھی نوازا گیا۔ تحقیق اور تاریخ سے دل چسپی کے سبب آپ نے ایم اے کی سطح پر مقالہ بعنوان: "تحریکِ پاکستان کا لسانی پس منظر "ماہرِ لسانیات پروفیسر ڈاکٹر ابواللّیث صدّیقی کی نگرانی میں لکھ کر اپنے محقّق ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا تھا۔ بعد ازاں آپ نے ۱۹۷۵ء میں پی ایچ ڈی کے لیے تحقیقی مقالہ : "تحریکِ آزادی میں اردو کا حصّہ "پروفیسر ڈاکٹر ابواللّیث صدّیقی کی نگرانی میں لکھا۔ اعلیٰ سندی تحقیق کا یہ سفر ۲۰۰۳ء میں "ڈی لٹ" پر منتج ہوا۔(۴) جامعہ کراچی نے انھیں یہ سند "اردو کی اوّلین نسوانی خود نوشت: بیتی کہانی "اور دیگر اہم تحقیقات کے اعتراف میں عطا کی تھی۔

ڈاکٹر معین الدّین عقیل کی پوری زندگی اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت، تحقیق وتنقید اور درس وتدریس میں بسر ہوئی ہے۔۱۹۷۰ء میں پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز لیکچرر کی حیثیت سے کراچی کے شپ اونرز کالج سے کیا۔بعد ازاں جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو میں تدریسی سفر جو بحیثیت لیکچرر اکتوبر ۱۹۸۴ء کو شروع کیا تھا، وہ جون ۲۰۰۶ء کو پروفیسر کی حیثیت سے سبک دوشی پر اختتام پذیر ہوا۔اِسی یونیورسٹی میں آپ نے تدریسی خدمات کے علاوہ انتظامی امور بھی انجام دیے۔ جامعہ کراچی میں صدرِ شعبۂ اردو(ستمبر ۲۰۰۳ء-جون۲۰۰۵ء)، ناظمِ شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ(فروری ۲۰۰۲ء -جولائی۲۰۰۳ء)،ناظمِ میقاتِ شام(جنوری ۲۰۰۳ء-جولائی ۲۰۰۳ء) اور ناظمِ شعبۂ رہنمائے، مشاورت و تعیناتِ طلبہ (دسمبر ۲۰۰۳ء-فروری ۲۰۰۴ء) جیسی ذمّے داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا۔اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل ڈاکٹر معین الدّین عقیل سے دیگر قومی اور بین الاقوامی جامعات نے بھی خدمات مستعار لیں۔یوں آپ نے بطور ڈین(مارچ ۲۰۱۰ء-اکتوبر ۲۰۱۰ء)، فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ لٹریچر، بین الاقوامی یونیورسٹی(اسلام آباد)، پروفیسر اور صدرِ شعبۂ اردو(اکتوبر ۲۰۰۸ء-فروری ۲۰۱۰ء)اپنی خدمات پیش کیں۔ بین الاقوامی سطح پر بھی آپ نے مختلف جامعات میں مہمان پروفیسر / ریسرچ فیلو کے تدریسی فرائض انجام دیے۔اِن جامعات میں "گریجویٹ اسکول آف ایشیا، افریقا، ایریا اسٹڈیز، کیوتو یونیورسٹی، کیوتو(جاپان)، "ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فار ورلڈ لینگویجز، اوساکا یونیورسٹی، اوساکا" (جاپان)، "دائتوبنکا یونیورسٹی، سائتاما" (جاپان)، "ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز، ٹوکیو" (جاپان)، "استیتوتو یونیورستاریو اوینتالے (عشعبۂ لومِ شرقیہ، اورینٹل یونیورسٹی)، نیپلز" (اٹلی) وغیرہ شامل ہیں۔(۵)

ڈاکٹر معین الدّین عقیل کا درس وتدریس کے بعد بیش تر وقت قلم وقرطاس میں صرف ہوا ہے۔ آپ زُود نویس واقع ہوئے ہیں، لیکن یہ زُود نویسی ہر لحاظ سے معیار وکمال کی حامل ہے۔ آپ کے علمی کمالات اور تخلیقی وتحقیقی صلاحیتوں کے باعث چھے سو(۶۰۰) سے زائد تحقیقی مقالے، مضامین وابواب اور مقدّمات عالمی معیار کے حامل تحقیقی مجلّوں، کتب ورسائل اور قاموسوں میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ آپ تقریباً بانوے(۹۲) سے زائد اردو اور انگریزی کتب تصنیف وتالیف کر چکے ہیں۔ آپ کا اختصاص یہ بھی ہے کہ آپ کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ دسترس رکھنے کے سبب آپ کی ان زبانوں میں طویل مقالات اور کتب بھی اشاعت پذیر ہو چکی ہیں، جیسے انگریزی میں:

1.We and Japan, Co author with Ramees Naveen Mohsin, Fazlee sons, Karachi, 2022

Meel 2. Approach the studies in Socio-Cultural Muslim South Asia and the World, Sange Publications, Lahore, 2010

3. A Character Certificate by Mohammad Ali. In: "Mohammad Ali, Life and Works." ed. by S. Moinul Haq, reprinted from: "Journal of the Pakistan Historical Society" December, 1978.

فارسی میں:

۲۰۲۱ء

"شیفتہ، نواب محمد مصطفیٰ خان"، ترجمہ از مریم ارجع، مشمولہ: "دانشنامہ ٔجہان اسلام"، جلد ۲۹، تہران، ص ۱-۲

"صفدر جنگ، مرزا مقیم ابوالمنصور علی خان"، مشمولہ: 'دانشنامہ ٔجہانِ اسلام'، جلد ۲۹، تہران، ص ۶۸۳-۶۸۵

۲۰۲۰ء

"بیاض فارسی از میر تقی میر"۔ ترجمہ از مدیر بساتین، تہران، اگست۔

"سخنرانی دکتر معین الدین عقیل دربارہ فردوسی"، اردو سے فارسی ترجمہ، از لیلیٰ عبدی خجستہ، مشمولہ: 'کتابخانہ موزہ و مرکز اسناد، مجلس شورائی اسلامی، تہران، ۲۳/اردی بہشت ۱۳۹۹ش۔

۲۰۱۳ء

"ایران و حکومت بہمنیہ در دکن"، مترجمہ از اردو: کتر شاہد چودھری و دکتر علی محمد طرفداری، مشمولہ: مجلہ "رشد آموزش تاریخ"، تہران، دورہ چہاردہم، شمارہ ۱، ۱۳۹۱ش۔

غیر ملکی زبانوں کے برعکس اردو زبان وادب میں ڈاکٹر معین الدّین عقیل کی تصانیف و تالیفات کثیر تعداد میں ہیں، اِن کی کچھ اہم اور معروف مطبوعہ کتب کی تفصیلات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ "میر تقی میر کا غیر مطبوعہ دیوانِ ہفتم: دریافت وانکشاف"، انجمن ترقّیِ اردو (ہند)، دہلی، ۲۰۲۱ء

۲۔ "اردو کے نادر سفر نامے"، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء

۳۔ "اردو تحقیق: صورتِ حال اور تقاضے"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء

۴۔ "رسمیاتِ مقالہ نگاری: اُردو کی مقالہ نگاری کے جدید تر اور سائنٹی فک اُصول"، پاکستان اسٹڈیز سینٹر، کراچی یونیورسٹی؛ قبل ازیں اس کا اوّلین ایڈیشن یہیں سے ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا تھا؛ تیسرا ایڈیشن، براؤن پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۸ء

۵۔ "بیتی کہانی: اُردو میں اوّلین نسوانی خود نوشت اور تاریخ پاٹودی کا بنیادی مآخذ"، مکتبۂ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۸ء؛ قبل ازیں شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی سے اس کی اوّلین اشاعت ۱۹۹۵ء میں ہوئی تھی۔

۶۔ "تحریکِ آزادی میں اردو کا حصّہ"، انجمن ترقّیِ اردو، کراچی، ۱۹۷۶ء

۷۔ "پاکستان میں اردو ادب: محرکات و رجحانات کا تشکیلی دور"، ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، کراچی، ۱۹۹۵ء

۸۔ "پاکستان میں اردو تحقیق: موضوعات اور معیار"، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۸۷ء

۹۔ "اشاریۂ کلامِ فیض"، ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی، ۱۹۷۸ء

۱۰۔ "اقبال اور کلام اقبال"، بہ اشتراک مشفق خواجہ ودیگر، ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی، ۱۹۷۷ء۔

در حقیقت ڈاکٹر معین الدّین عقیل تاریخ اور تحقیق کے شہ سوار ہیں۔ بالخصوص جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی علمی، تاریخی اور تہذیبی صورتِ حال کو تحقیق و تدقیق کے ساتھ پیش کرنے میں وہ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کی تاریخ سے دل چسپی کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے جدِّ اعلیٰ سیّد علاء الدّین نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ایک مجاہد کا کردار ادا کیا تھا، جسے انگریزوں نے بمقام جزیرہ کالا پانی میں پابندِ سلاسل رکھا۔ ۱۸۸۸ء میں انھوں نے شہادت پائی۔ ایسے اپنے پرائے کتنے ہی کرداروں کو ڈاکٹر معین الدّین نے اپنی کتبِ تاریخ میں شرح وبسط کے ساتھ تحقیقی پیرائے میں رقم کیا ہے۔ نِت نئے اور اچھوتے موضوعات کی تلاش، دریافت اور پھر اُس پر خامہ فرسائی عقیل صاحب کا وتیرہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان کی تخلیقات و تالیفات میں موضوعات کا تنوّع نظر آتا ہے۔ اِسی محنت وریاضت کی بدولت آپ دنیائے ادب میں منفرد و ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یوں آپ پر ہر چہار دانگ سے پذیرائی اور اعزازات کی بارشیں ہوتی ہیں۔ جیسے صدرِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے ستارۂ امتیاز (اگست ۲۰۲۲ء)، مجلسِ فروغِ ادب، دوحہ (قطر)، کی جانب سے "عالمی فروغِ اردو ادب ایوارڈ" (اکتوبر ۲۰۲۱ء)، شہنشاہِ جاپان کی جانب سے جاپان کا اعلیٰ ترین سول اعزاز "Order of the Rising Sun, Gold Rays with Neck Ribbon" (۲۰۱۳ء)، علّامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کی جانب سے "بہترین استاد" (۱۹۸۳ء)، کراچی یونیورسٹی کی جانب سے "بابائے اردو ایوارڈ" (۱۹۶۹ء) وغیرہ شامل ہیں۔

کراچی میں مشفق خواجہ کے ہاں جو ہر اتوار کو علم وادب سے متعلق لوگوں کا جمگھٹا لگتا تھا۔ اُسی نوع کا میلہ اب اتوار کے اتوار پروفیسر ڈاکٹر معین الدّین عقیل کے گھر دیکھنے کو ملتا ہے۔ مقامی شعرا وادبا اور محقّقین کے علاوہ بیرونِ شہر کے اہلِ علم بھی کسبِ فیض اور زیارتِ عقیل کے لیے کشاں کشاں چلے آتے ہیں، اور اپنے دامن کو خرمنِ علم سے پُر کر کے پرواز کر جاتے ہیں۔ مشفق خواجہ کے برعکس دولت کدۂ عقیل اِس لیے بھی ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ یہاں اتوار کے علاوہ ہفتے کے کسی بھی دن بِلا جھجک آیا جا سکتا ہے۔ عقیل صاحب کے ادبی کارناموں اور تبحرِ علمی کے معترف ان کے محض معاصرین ہی نہیں، بلکہ اکابرین بھی رہے ہیں۔ اِس بات

کی تصدیق آپ کے نام مشاہیر کے سیکڑوں خطوط سے کی جاسکتی ہے۔ مشاہیر کے ہزاروں خطوط کی طرح آپ کے پاس پچاس ہزار(۵۰،۰۰۰) سے زائد کتب کا ذخیرہ بھی تھا۔ خطوط کی تقسیم کے ساتھ ساتھ آپ نے اٹھّائیس ہزار(۲۸۰۰۰) نادروکم یاب کتابیں، مخطوطات اور دستاویزات "کیوتویونیورسٹی" کے "ایشیاافریقاایریااسٹیڈیز سینٹر" جاپان کے سُپرد کر چکے ہیں۔ بیرونِ ملک مہمان پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتے عرصے میں آپ نے پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی کو کثیر خطوط لکھے تھے، جو علمی اور ادبی حوالے سے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ حسنی صاحب آپ کے دوستانہ تعلّقات کا دورانیہ نصف صدی سے بھی زائد پر محیط ہے۔ جامعہ کراچی کے شعبۂ اردومیں دونوں پروفیسروں نے ایک ساتھ تدریسی و تحقیقی فرائض انجام دیے ہیں۔ حسنی صاحب کے علاوہ آپ کے ہم کاروں میں پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی، پروفیسر جمیل اختر، پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری، پروفیسر سحر انصاری، پروفیسر ڈاکٹر وقار احمد رضوی، ڈاکٹر صدّیقہ ارمان، پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال، پروفیسر ڈاکٹر شاداب احسانی، پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس وغیرہ شامل رہے ہیں۔ لیکن اِن میں زیادہ قریبی، گھریلو اور بے تکلّفانہ مراسم آپ کے پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی ہی سے رہے ہیں۔ اِس کا باآسانی اندازہ ہم ان کے مکتوبات سے لگاسکتے ہیں۔ اِس مقالے میں پیش کردہ بارہ منتخب خطوط دست نوشتہ ہیں۔ آپ نے مکتوبات کے لیے سادہ کاغذ اور لیٹر ہیڈ دونوں کا استعمال کیا ہے۔ اِن کی تحاریر قابلِ فہم، واضح اور باآسانی پڑھی جاسکتی ہیں۔ خطوط میں القاب وآداب کی بجائے مدّعے پر زور دیا ہے۔ یہ خطوط سنہ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۹ء کے درمیانی عرصے میں لکھے گئے ہیں۔ دراصل عقیل صاحب کے یہ خطوط اُس دور کے ہیں، جب آپ جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو سے سرکاری رخصت پر بیرونِ ممالک جاپان اور اٹلی میں قیام پذیر تھے۔ اِن خطوط میں وہ کراچی کی علمی وادبی سرگرمیوں اور جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو کا احوال جاننے کے لیے بے چین دکھائی دیتے ہیں۔ نیز خطوط کے جوابات، کتابوں کی ترسیل، تصنیفات وتالیفات کی اشاعت، سیاسی وسماجی زندگی کا احوال، جاپانی طلبہ کی تعلیمی کارکردگی، اپنی رخصت کے مسائل، پاکستانی ملازمت میں ترقّی کی اطلاع، دوستوں کے مشاغل سے آگاہی کے لیے مضطرب نظر آتے ہیں۔ اِن مکتوبات سے ہمیں جاپانیوں کے انداز واطوار، رہن سہن، صفائی ستھرائی اور محنت ومشقّت کا بھی بخوبی علم ہوتا ہے۔ جاپان کی ادبی فضااور کراچی میں جاپانی طلبہ کی تعلیمی صورتِ حال کا حقیقی اور راست اندازہ بھی عقیل صاحب کے انھی خطوط سے ہوتا ہے۔ اِسی میں ہمیں جامعات کی اندرونِ خانہ سیاسی اور سماجی محاذ آرائیوں، سازشوں اور چپقلشوں کا بھی ادراک ہوتا ہے۔ یہ خطوط درحقیقت وہ گنجینہ ہے، جس میں تحقیق وتنقید، تعلیم وتعلّم، اکتساب وانکشاف، حسدورشک، نظم وضبط اور آس ویاس کا ایک پوراعہد اپنی تمام ترحشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ عصرِ حاضر کے محقّقین اور قلم کاروں کے اخذواستفادے کے لیے یقیناًاِسے ایک دستاویز کی حیثیت حاصل ہوگی۔

(۱)

"ٹوکیویونیورسٹی آف فورن اسٹیڈیز"، ٹوکیو(جاپان)

۲۲؍جون ۹۳ء

حضرت مکرم ڈاکٹر یونس حسنی صاحب

سلامِ مسنون

یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ آپ نے ہفتوں کے ارادے کے بعد کمر ہمت باندھی اور بالآخر مجھے خط لکھ مارا۔ لیکن وہ بھی مجھ تک نہ پہنچ سکا!! جب کہ کراچی سے متعدد خطوط آئے دن مجھے ملتے رہتے ہیں۔ آپ کا وہ خط جس کے بارے میں فون پر آپ نے اطلاع دی تھی، اگر مجھے ملتا تو میں جواب ضرور دیتا۔ میرا جواب نہ ملنے پر ہی آپ کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ آپ کا خط مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔

آئندہ آپ خود ڈاک خانے جا کر اپنے ہاتھ سے خط ڈالا کیجیے۔ بعض اوقات غیر ضروری اعتماد بھی مایوس کر دیتا ہے۔ چنانچہ میں کبھی اپنے خطوط دوسروں کے سپرد نہیں کرتا۔ ڈاک خانے جا کر خود کارروائی کرتا ہوں۔

آپ کا خط کتاؤکا (۶) کو مل گیا تھا۔ اس پر کارروائی ہو رہی ہے۔ لیکن آپ کے مربّی (۷) کے باعث اس میں ایک رخنہ پڑ گیا ہے۔ انھوں نے یہاں ہر طرف دہائی دی ہے کہ اب وہ بے روزگار اور گویا حاجت مند ہو گئے ہیں۔ چنانچہ یہاں کے بے خبر لوگوں نے ازراہِ ہمدردی انھیں دو ہفتوں کے لیے بلانے اور ان کا ایک علمی سفر — جو تین جامعات جامعات کے مشترکہ تعاون سے ہو گا — ترتیب دیا ہے۔ ان تین میں کتاؤکا کی یونیورسٹی بھی شامل ہے۔ اب خدشہ ہے کہ جو سرمایہ آپ کو بلانے کے لیے استعمال ہونے والا تھا — وہ یا اس کا کچھ حصہ آپ کے مربّی پر صرف ہو گا — میں نے اپنے طور پر مدافعت کی کچھ کوشش کی ہے۔ آپ کے لیے تجویز کردہ منصوبے میں کچھ ترمیم کی ہے — دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

ظفر اقبال صاحب (۸) کیسے ہیں — کیا وہ حج سے واپس آ گئے؟ صدیقہ ارمان (۹) کو خط لکھے تھے — اندازہ نہیں ہوتا کہ انھیں ملے یا نہیں۔ نسیم فاطمہ (۱۰) کا بھی کوئی خط مجھے اب تک نہیں ملا۔ میں نے آپ کو اوّلین خط منظر رئیس (۱۱) کے ذریعے بھیجا تھا اور اس کے ساتھ ظفر اقبال کے نام بھی خط بھیجا تھا۔ کیا آپ نے وہ خط ظفر اقبال کو دے دیا تھا؟

کسی طرح یہ معلوم کرنے کی کوشش کیجیے کہ ظفر اقبال "انگارے" (۱۲) پر تو کوئی کام نہیں کر رہے ہیں — کیوں کہ مجھے یہاں کتب خانے میں اس کا ایک نایاب نسخہ نظر آیا ہے۔ ممکن ہے یہ نسخہ موصوف کی نظر سے گزرا ہی نہ ہو۔ شمیم صاحب (۱۳) کا کیا حال ہے اور اب ان کی شعبے سے وابستگی کس نوعیت کی ہے؟ آپ کی — اور وقار رضوی (۱۴) و سحر انصاری صاحبان (۱۵) کی پروفیسری کس مرحلے میں ہے؟ شعبے کے دیگر احوال سے بھی آگاہ کیجیے۔ ہاں شعبے کا جرنل (۱۶) کس مرحلے میں ہے؟ پھر شعبے ہی کے زیرِ اہتمام ظفر اقبال کا مرتبہ "دیوانِ قدرت" چھپ رہا تھا — کب چھپ رہا ہے؟ اس کا متن تو ظفر اقبال نے بے چینی میں سندھ یونیورسٹی کے جرنل (۱۷) میں چھپوا دیا ہے۔ مشفق خواجہ (۱۸) اس پر شدید ناراض ہیں — ایک جگہ ان کے بارے میں تضحیک آمیز لہجہ آپ کے محقق نے اختیار کیا ہے!

اس دوران شعبے میں آپ کے لیے کچھ مشکلات و اختلاف تو پیش نہیں آئے؟ نسیم سلطانہ (۱۹) کے ساتھ دفتری مراسلت کا نتیجہ؟

یہ خط تو ایک سوال نامہ بن گیا ہے—یہ اس لیے ہے کہ آپ کے خط نہیں آئے—اگر تواتر سے ملتے تو یہ نہ ہوتا۔
شعبے میں تمام رفقا کو نام بنام سلام کہہ دیجیے۔

خدا حافظ

عقیل

☆☆☆

(۲)

"ٹوکیو یونیورسٹی آف فورن اسٹڈیز"، ٹوکیو (جاپان)

۲۵؍جون ۹۳ء

حسنی صاحب

میرے خطوں کا تو طومار بندھ گیا—لیکن اِس زیرِ نظر خط کا باعث یہ ہوا کہ—بالآخر آپ کا ۱۰؍جون کا لکھا ہوا خط مجھے کل دوپہر مل گیا۔ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں لیکن پھر بھی میرے منسلکہ خطوط کو لفظ بہ لفظ پڑھ کر مطلوبہ جواب فوری ارسال فرمایئے—اور خود سپردِ ڈاک کیجیے۔

کتاؤکا کو آپ کا خط ملنے کا ذکر کتاؤکا نے اسی وقت کر دیا تھا، لیکن نفسِ مضمون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ آپ کے خط سے اب ہائیکو پر کام کے منصوبے پر تعجب ہوا۔ غالباً کتاؤکا آپ سے اپنی بات کی وضاحت نہ کر سکے یا خود میں بھی ان کی بات نہ سمجھ سکا! میرے خیال میں ہائیکو وغیرہ سے زیادہ مناسب کوئی اور موضوع ہو سکتا ہے۔

ایسے موضوعات بہت گھس پٹ گئے ہیں اور محض تکرار کے ذیل میں آتے ہیں۔

آپ کے آنے کے ضمن میں متوقع رکاوٹ دور کرنے کے لیے میں کوشاں ہوں۔ بہر حال اس دوران بہتر ہے کہ آپ کسی اور موضوع کا انتخاب بھی کر لیں۔ مثلاً جاپان کے بارے میں لکھے گئے ادبی سفر ناموں کا جائزہ۔ یہ موضوع اچھوتا اور ہر دو ملکوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہو گا۔ کشفی صاحب (۲۰) کی ترجمہ شدہ نئی کتاب کے مندرجات کے علاوہ اختر ریاض الدین (۲۱) کا سفر نامہ (۲۲)، جس کا ترجمہ بہت مشکل ہوتا، یا اختر قریشی کا سفر نامہ جو انھیں دستیاب نہیں ہوا۔ (یہ یہاں موجود ہیں۔) اور انور سدید کی کتاب اردو سفر ناموں (۲۳) پر اپنے سامنے رکھیے۔ آخر الذکر یہاں ٹوکیو میں موجود نہیں۔ بشریٰ رحمٰن (۲۴) کا "ٹک ٹک دیدم ٹوکیو" (۲۵) کا انتخاب بھی غالباً کشفی صاحب نے نہیں کیا—؟ میرے پاس کچھ اور سفر نامے یا تاثراتی کتابیں (بسلسلۂ جاپان) موجود تھیں، جن کے نام فی الوقت یاد نہیں آ رہے۔ مثلاً اصغر گونڈوی نے بھی ایک تاثراتی کتاب لکھی تھی—"ساقی" (۲۶) کا "جاپان نمبر" (۲۷) غالب لائبریری اور بیدل لائبریری میں ہے، شاید یونیورسٹی میں بھی ہو۔

اب خطوط کا یہ طولانی سلسلہ ختم کرتا ہوں۔ آپ منسلکہ خطوط پڑھ لیجیے۔

والسلام

عقیل

☆☆☆

(۳)

ٹوکیو

۱۲؍جولائی ۹۳ء

جناب حسنی صاحب

سلامِ مسنون

تقریباً دو ہفتے ہوئے کہ ایک طالب علم کے ذریعے ایک پیکٹ ارسال کیا تھا، جس میں اپنے گھر کے لیے کچھ چیزیں، کتابوں کے عکس اور آپ کے نام خطوط تھے۔ خیال تھا کہ ۲۹؍جون یا اس کے فوری بعد کسی دن وہ پیکٹ آپ کو مل جائے گا اور میری گزارش کے مطابق اسے آپ میرے گھر بھجوادیں گے۔ لیکن جب ۵؍جولائی کو میں نے گھر فون کیا تو پتہ چلا وہ پیکٹ اس وقت تک گھر نہیں پہنچا تھا۔ تشویش ہوئی کہ اس طالب علم نے پیکٹ اور خطوط آپ تک پہنچائے یا نہیں!؟ آپ کے نام میرے وہ خطوط خاصے مفصل ہو گئے تھے۔ خدا کرے وہ آپ تک پہنچ گئے ہوں۔ اب تازہ مرحلہ یہ ہے کہ گزشتہ ہفتے کشفی صاحب کو اوساکا(۲۸) سے خط ارسال کر دیا گیا۔ ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی سہولت سے اکتوبر یا دسمبر کسی وقت آئیں اور چاہیں تو بیگم کو بھی ساتھ لائیں۔ انھیں بلائے جانے کا اثر آپ کی یہاں آمد پر پڑنے کا خاصہ امکان ہے۔ لیکن فیصلہ ابھی نہیں ہوا، ۲۰؍جولائی کو یہاں ایک معمول کی میٹنگ میں (دائتوبنکا یونیورسٹی کی) آپ کے بارے میں فیصلہ متوقع ہے۔ میں نے Cundo(۲۹) سے بھی اپنا اثر استعمال کرنے کے لیے کہا ہے۔ اور انتظامیہ کے ایک ایسے فرد سے، جو طلبہ کے سالانہ دوروں کا انتظام کرتے ہیں، ایک بہانے سے ملاقات کرکے آپ کی سفارش کے لیے کہا ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

اس سال ۲۶ طلبہ کی وہاں آمد متوقع ہے۔ چنانچہ آپ کے لیے شاید کچھ کام بڑھ جائے۔ کوشش کیجیے کہ پروگراموں میں تنوع زیادہ رہے۔ تفریحی پروگرام ویسے ہی رکھیں۔ ان میں اضافہ یوں کیجیے کہ طلبہ کو مختلف گروپ کی شکل میں پاکستانی طلبہ کے گھروں کا دورہ کرنے کا موقع نکالیں۔ کسی دن دوپہر تا شام وہ کسی ایک گھر میں رہیں، اس گھر کے افراد کے ساتھ ملیں جلیں، کھائیں اور کھانا پکاتے ہوئے دیکھیں بلکہ پکانے میں خود شریک ہوں۔ یہاں ٹوکیو میں دونوں یونیورسٹیوں میں اردو کے طلبہ کے لیے ض-روری ہوتا ہے کہ وہ ایک مخصوص سالانہ تقریب میں خود پاکستانی کھانا پکائیں۔ چنانچہ یہ طلبہ یہاں پاکستانیوں کی منّت سماجت کرکے پکانے کا طریقہ معلوم کرتے ہیں۔ اس تقریب کے لیے کراچی آنے والے طلبہ وہاں سے کچھ نہ کچھ سیکھ کر آئیں گے۔

اس مرتبہ مصلحتاً آپ اخراجات کے کے لیے زیادہ رقم طلب نہ کیجیے۔ ویسے بھی طلبہ زیادہ آئیں گے تو خسارہ یوں بھی نہ ہوگا۔ یہاں ایک تاثر یہ ہے—اور یہ درست بھی ہے اور ہمارے لیے لمحۂ فکریہ بھی ہے کہ پاکستان ان طلبہ کے لیے سب سے مہنگا سمجھا جارہا ہے۔

یہاں ۹ زبانیں پڑھائی جاتی ہیں اور ان زبانوں کے پڑھنے والے طلبہ متعلقہ زبانوں کے ملکوں کی سیاحت کرتے ہیں۔ ان تمام ملکوں میں سب سے زیادہ مہنگا ملک پاکستان ہوتا ہے، جب کہ ایران اور مصر پاکستان سے زیادہ دور اور ہوائی سفر کے لحاظ سے مہنگے ہیں لیکن مجموعی طور پر پاکستان کے لیے انھیں زیادہ رقم خرچ کرنی پڑ رہی ہے۔ یہ بات یہاں آکر معلوم ہوئی کہ طلبہ کا یہ دورہ تمام تر طلبہ ہی کے صرفے پر ہوتا ہے۔ یونیورسٹی ان کی کوئی مالی مدد نہیں کرتی بلکہ اساتذہ کا خرچ بھی طلبہ ہی اٹھاتے ہیں۔ یہ طلبہ جزووقتی کام کرکے یہ رقم جمع کرتے ہیں۔ اور مجبور رہتے ہیں کیوں کہ مجموعی کامیابی کے لیے یہ دورہ ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ طلبہ گریجویٹ نہیں ہوسکتے۔ یہاں طلبہ پاکستان کے شاکی ہوتے جارہے ہیں۔ یہ آئندہ کے لیے مناسب نہ ہوگا۔ میں نے خرچ کم کرنے کے لیے تجویز پیش کی ہے کہ وہ پنج ستارہ ہوٹل کے بجائے یونیورسٹی ہوسٹل میں ٹھہریں اور آمدورفت کے لیے یونیورسٹی کی گاڑی استعمال کریں۔ چنانچہ اس تجویز کو منظور کرلیا گیا ہے اور شاید اس سلسلے میں آپ کو لکھا جارہا یا لکھا جاچکا ہے۔ ان کے بقیہ پروگرام بھی آپ خود بناسکتے ہیں، مثلاً سیر و تفریح۔ اس میں ترا تنی (۳۰) کی آپ کو معاونت حاصل رہے گی۔

آپ اپنے خطوط کا تواتر بڑھایئے۔ اپنی طرف سے نہ سہی میرے خطوط کی رسید ہی بھیج دیا کریں۔

کسی طرح باتوں باتوں میں اپنی طرف سے ظفر اقبال سے پوچھیے کہ وہ ''انگارے'' پر تو کوئی کام نہیں کر رہے؟ دراصل مجھے یہاں ''انگارے'' دستیاب ہوا ہے۔

شمیم صاحب کے انتقال کی خبر صرف ''تکبیر'' (۳۱) میں آپ کے مضمون سے ملی، اس کے بعد سے اب تک شعبے کے کسی فرد کا بھی کوئی خط نہیں ملا۔ صدیقہ ارمان کا اب تک صرف ایک خط مجھے ملا ہے۔ آپ کا بھی صرف ایک ملا۔ یونیورسٹی کے احباب میں اب تک میں نسیم فاطمہ، محمود غزنوی (۳۲) طاہر مسعود (۳۳)، مہ جبین زیدی، سحر انصاری اور رفیق احمد (۳۴) کو خط لکھ چکا ہوں۔ مؤخر الذکر کا بھی صرف ایک خط فارم کے ساتھ ملا تھا۔ ناگیرا (۳۵) نے ایک خط مجھے دوماہ قبل لکھا تھا، جس کے جواب میں اس کو میں نے ایک خط لکھا تھا اور اس کے ذریعے کچھ اور خط بھی بھیجے تھے۔ معلوم کیجیے کہ ناگیرا کو میرا خط مل گیا تھا؟ ناگیرا کی واپسی کب ہوگی؟ یہاں سے ایک اور طالب علم آپ کے ہاں آرہا ہے، لیکن کب ــــ یہ معلوم نہیں۔

ابو سلمان شاہ جہاں پوری صاحب (۳۶) سے پوچھ لیجیے کہ میں نے پروف بھیجے تھے ــــ انھیں مل گئے؟ ان کی طرف سے یکسر خاموشی ہے! ان کی طبیعت کیسی ہے، وہ بہت علیل رہے ہیں۔ ہماری درخواستیں کس مرحلے میں ہیں؟ حاجی صاحب (۳۷) کے پاؤں زمین پر ٹکتے ہیں یا نہیں؟ ان کا اور ان کے سرپرستوں کا رویہ؟

گھر میں اُمید کہ بھابی اور بچیاں بخیریت ہوں گی۔

خدا حافظ

عقیل

میرا فون اور فیکس نمبر یہ ہے: ۰۰۸۱-۳-۳۹۴۱۸۶۲۵

☆☆☆

(۴)

۱۱-۱۰-۹۴ء

ٹوکیو

حضرتِ مکرم حسنی صاحب

سلام مسنون

آپ سے فون پر بات ہوئی اور اس کے دو دن بعد آپ کا ۲۹ر ستمبر کا خط ملا۔ مطلوبہ کتاب کے لیے اسی وقت کتاؤکا سے بات کی۔ کتاؤکا کے مطابق وہ کتاب ایک عرصے سے نایاب ہے اور اب نہیں مل سکتی۔ ناکانو (۳۸) کے ذریعے بھی جو خط سے اس کتاب کے لیے ملا تھا، تلاش میں ناکامی کے بعد کتاؤکا نے ناکانو کو اسی وقت خط لکھ کر صورتِ حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ کتاؤکا کا کہنا ہے کہ آپ اس کتاب کے بغیر ہی کام چلا لیجیے۔ فوٹو کاپی اگر کسی طرح بن سکی تو جاپانی طلبہ کے ساتھ نومبر ہی میں بھیجی جا سکے گی۔

مائیلو (۳۹) نے آپ کے جس مخطوطے کا حوالہ دیا ہے، اس کتاب میں فقط اتنا ہی ذکر ہے۔ کتاب اصل یا عکسی میرے پاس کراچی میں موجود ہے، جب میں آؤں تو یاد دلا دیجیے اور مجھ سے لے لیجیے۔

میں یہ خط لکھ رہا ہوں، لیکن آپ کا موعودہ خط، جو سنڈیکیٹ کے انتخابات کے نتائج کے بعد مجھے بھیج رہے ہیں، اس کے موصول ہونے پر جواباً ارسال کروں گا۔

میں نے انٹرویوز کے سلسلے میں ایک درخواست کہ میری غیر موجودگی میں میرا معاملہ زیرِ غور لایا جائے۔ جنوری ۹۴ء میں ارسال کی تھی، جس کے جواب میں رجسٹرار صاحب (لیفٹیننٹ کرنل...) نے قدرے اثبات میں جواب دیا تھا۔ اب میں نے ایک اور یاددہانی کی درخواست لکھ رکھی ہے — جسے اندازہ دیکھ کر عین وقت پر بھیجوں گا۔ آپ کوشش کیجیے کہ مجھے انٹرویو کا دعوت نامہ ٹوکیو بذریعۂ رجسٹری ڈاک بلکہ DHL وغیرہ کے ذریعے بھجوایا جائے اور وقت سے خاصہ پہلے — ممکن ہے میں آ بھی جاؤں، لیکن یقین نہیں۔ آج کل رجسٹرار کون صاحب ہیں؟ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ انٹرویو فروری کے آخر یا مارچ میں ہوں۔

میں کراچی فون کرتا رہتا ہوں، اگر کوئی فوری اور ضروری بات ہو تو امی کو بتا دیا کیجیے، مجھ تک کسی صورت پہنچ جائے گی۔ اور ہاں بجلی کا معاملہ — یعنی تھری فیز کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا! اس کے لیے مستقل توجہ چاہیے — بھابی کے کرائے دار ایک دو ماہ میں گھر خالی کر رہے ہیں، نیا کرائے دار آنے سے پہلے یہ مسئلہ حل ہو جائے تو بڑا اطمینان ہو۔ مجھے وہیں کی فکر لگی رہتی ہے اور وہاں کوئی معتبر اور ذمے دار فرد موجود نہیں۔

جاپانی طلبہ کے وفد کے سربراہ ایک ایسے پروفیسر ہیں، جو ہیروسے کی طرح ہندوستان نواز ہیں۔ آپ کوشش کیجیے کہ متین صاحب(۴۰) سے ایٹم بم کے مسئلے پر اور کشمیر کے مسئلے پر کسی اچھے پروفیسر سے لیکچرز کروایئے۔ اردو زبان و ادب پر کوئی لیکچر ضروری نہیں۔ کیوں کہ یہ طلبہ اصلاً بین الاقوامی تعلقات بالخصوص جنوبی ایشیا اور آخر میں اردو سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں ایک لیکچر—"اردو کی بین الاقوامی حیثیت" کے موضوع پر کروایئے۔ جس میں ہندوستان کا رویہ اور ہندی اردو کشمکش کا موجودہ سیاسی منظر اور بھارتی حکومت کی اردو کو ہندی کا نام دے کر ہندی کو ترقی دینے کی کوششوں کا بالخصوص ذکر ہو۔ یہ لیکچر آپ فرمان صاحب (۴۱) سے کروایئے۔ اس طرح یہ تین لیکچر کافی ہوں گے۔ چاہیں تو ایک اور لیکچر پاکستان کی معیشت و سیاست پر بھی کروالیجیے۔ آپ نے صلاح الدین صاحب(۴۲) کو مدعو کرنے اور لیکچر کا ارادہ ظاہر کیا تھا— لیکن کیا یہ ڈاکٹر وہاب(۴۳) کے لیے گوارا ہوگا، جب کہ "تکبیر" میں ایک فیچر ان کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوا ہوگا؟

جو پولیس افسر وہاں آرہی ہے (یوشیدا) نہیں شاید کوئی اور خاتون، اس کی تدریس میں مہ جبین کے علاوہ کسی اور کو مثلاً رفیق صاحب کو بھی شامل کیجیے۔ ایک صاحب کے ذمے لکھوانا اور پڑھوانا، دوسرے صاحب کے ذمے انشا اور ترجمہ اور تیسرے صاحب مکالمات—تمام مروّجہ ضروری زمانوں میں سکھائیں۔

میری توسیع رخصت کی درخواست چند دنوں میں آپ کو اور راست بھی پہنچے گی۔ مہ جبین کا مستقلی کا معاملہ اب کس مرحلے پر ہے؟ کیا میری درخواست کی منظوری میں مہ جبین کے بھائی صاحب معاون نہ بنیں گے؟

۱۴/ اکتوبر

کل کتاؤکا نے اطلاع دی کہ آپ کی مطلوبہ کتاب کہیں سے دستیاب ہوگئی، جس کا عکس وہ بنوا کر بھیج رہا ہے—

یہ صفحہ بھی پیچھے پڑھ لیجیے—آیا مظہر محمود شیرانی(۴۴) نے اس کتاب کا حق ادا کیا ہے؟ میں مرحوم شیرانی کی اسکالرشپ کا بہت معترف تھا، اسے دیکھ کر تو حیران رہ گیا۔ اگر مرحوم اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی کو اسی طرح ذریعۂ تحقیق بناتے تو آج بین الاقوامی سطح پر بھی ممتاز و معروف ہوتے۔

۱۹/ اکتوبر

آج میں یہ خط سپردِ ڈاک کر دوں گا۔ کل مجھے منظر کا خط ملا، جس کے ساتھ آپ کے انگریزی خط کی نقل بنام یوکاری(۴۵) منسلک تھی۔ آپ نے اس پر ۸/ اکتوبر کو دستخط کیے ہیں اور منظر نے اسے ۹/ اکتوبر کو بھیجا ہے۔ آپ سے فون پر گفتگو کے بعد ۶/ اکتوبر کے بعد کے آپ کے خط کا میں آج تک منتظر رہا۔ آپ ۶/ اکتوبر کے نتیجے سے مجھے مطلع کرنے والے تھے—! چاہتے اور یاد رہتا تو ۸/ اکتوبر کو اسی خط کے ساتھ دو سطریں اس نتیجے کی بھی لکھ سکتے تھے یا منظر ہی سے لکھوا سکتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ۱۱ اور ۱۲/ تاریخ کے بھی خط مجھے کراچی سے ملے ہیں—اس وجہ سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یا تو مذکورہ انتخابات منعقد نہیں ہوئے—یا یہ کہ آپ نے کوئی اور خط کسی ذریعے سے بھجوایا جو مجھ تک نہیں پہنچا—یا پھر یہ کہ آپ بھول گئے!! کچھ نہ کچھ تو آپ منظر کے خط میں لکھوا سکتے تھے۔ منظر کے خط سے

علم ہوا کہ آپ نے روزانہ چلنے کا وقت دس منٹ تک کر لیا ہے—اس کا مطلب ہے یہ اب تک ۱۵ تا ۲۰ منٹ ہو چکا ہو گا۔ بہر حال آپ آرام کو ترجیح دیں۔ آپ کا جانشین شعبے میں کون بنا ہے؟ اور آپ کب سے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ امید ہے کہ آپ جاپانی طلبہ کے لیے خود سارے انتظامات اپنی مرضی کے مطابق کر لیں گے۔

آپ اپنے نئے گھر میں کب سے منتقل ہوں گے—یہاں ہر دو چار ماہ بعد کوئی شخص وہاں جا کر پے انگ گیسٹ بن کر اردو پڑھنا چاہتا ہے۔ اب متعدد وجوہات کے باعث میں یہاں ایسی کوئی ذمے داری یہاں تک کہ مشورے سے بھی گریزاں ہوں۔ بہر حال یہ خط میں یہاں ختم کرتا ہوں۔

والسلام

عقیل

☆☆☆

(۵)

"ٹوکیو یونیورسٹی آف فورن اسٹڈیز"، ٹوکیو (جاپان)

۱۵/ دسمبر ۱۹۹۴ء

جناب حسنی صاحب

سلام مسنون

یہ خط لکھ رہا ہوں، لیکن ممکن ہے اس کے پہنچنے سے قبل آپ سے فون پر بات ہو جائے—اور اس کے مطالب زبانی ادا ہو جائیں اور گفتگو میں آئیں۔

جاپانی طلبہ کے توسط سے آپ کا مرسلہ خط اور پروگرام ملا۔ انھیں دیکھ کر مجھے کوئی خوشی نہ ہوئی۔ خط بے حد مختصر اور تشنہ تھا۔ مجھے ابھی تک چونکہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب (۴۶) کی طرف سے میرے، آپ کے یا صدیقہ ارمان کے توسط سے بھیجے گئے پیکٹ کی رسید نہیں ملی—اور وہ پیکٹ بہت اہم تھا، اس لیے مجھے تشویش ہے۔ اسے بذریعۂ رجسٹری ارسال کیا جانا تھا۔ جاپانی طلبہ کے ساتھ جو دو چھوٹے پیکٹ بھیجے گئے تھے، ان میں صدیقہ ارمان، مہ جبین، نسیم فاطمہ اور محمود کے لیے—چند سطری ہی سہی خط تحریر کیے تھے—کسی کو رسید کی توفیق تک نہ ہوئی!

جاپانی طلبہ کے لیے آپ نے جو پروگرام ترتیب دیے، یقیناً آپ کے عارضۂ قلب (۴۷) سے پہلے یہ طے ہو چکے ہوں گے—مجھے یہ سب روایتی لگے اور ان میں کوئی نیا اور پرکشش پروگرام سابقہ پروگراموں کے مقابلے میں محسوس نہ ہوا۔ یہ طلبہ ثقافت، حالات حاضرہ، پاکستان و بھارت و کشمیر کے مسائل کے بارے میں جاننے کے—بہ اعتبارِ مضامین—زیادہ مشتاق تھے۔ انھیں اردو کے لسانی پس

منظر، اردو اصناف ادب، اردو ادب کے رجحانات، پاکستانی زبانوں کے ادب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ چاروں لیکچر بے جوڑ رہے۔ پاکستان اور کشمیر—پاکستان اور بھارت—پاکستان کا ایٹمی پروگرام—یہ موضوعات علیحدہ مفصل لیکچر کے متقاضی تھے—پھر میں نے کہا تھا کہ اردو اور ہندی کی موجودہ کشمکش بھارت کی حکومت اور ہندوؤں کے رویے کے تحت ایک لیکچر میں بتائی جائے—اور یہ فرمان صاحب کا موضوع تھا—آپ میرے خط دیکھ لیجیے—میں نے ستمبر میں یہ باتیں لکھی تھیں—ان کے لیے کیا امر مانع تھا—یہاں کئی طالب علموں کو میں نے—ان کے سوالات کے جواب میں یقین دلایا تھا—کہ کراچی میں انھیں ان موضوعات پر تفصیلی لیکچر سننے کا موقع ملے گا۔ یوشیدا تو خاص ہندوستانی نقطۂ نظر کا فرد تھا—ان سب تک اپنی بات پہنچانے کا ایک اچھا موقع اوپر کے موضوعات کی نذر ہو گیا!

اوکا جیما(۴۸) کی تدریس جاری ہو گی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ اسے پاکستانی گھریلو اور خاندانی زندگی اور ساتھ ہی تقریبات وغیرہ میں شرکت کے مواقع فراہم کیجیے۔ اسے عدالتی نظام اور پولیس کے نظام سے بھی واقف ہونا ہے۔

اِکے دا(۴۹) جنوری کے پہلے ہفتے میں پہنچ رہی ہے۔ یہ بھی پولیس اور عدالتوں کی زبان اور جرم وسزا اور قانون سے خاص دلچسپی رکھتی ہے۔ پڑھنا اس کا ضمنی مقصد ہے۔ اس کی رہائش کے لیے صرف ایک چھوٹا سا کمرہ، بیت الخلاء میں ٹوائیلٹ پیپر اور رات کو نہانے کے لیے گرم پانی۔ کھانے کا کوئی مسئلہ نہیں۔ یہ سب کچھ اور ہر طرح کھا پی لیتی ہے۔ مجموعی طور پر ۵ ہزار روپے تک یہ بآسانی دے دے گی۔ یہ تقریباً تین ماہ وہاں رہے گی۔ یونیورسٹی میں اسے طلبہ سے ملا دیجیے—یہ خود دوست بنا لے گی۔

اِکے دا کے ساتھ میں احتیاطاً مذکورہ درخواست برائے انٹرویو(۵۰) بھیج رہا ہوں۔ یہ اپنے پاس محفوظ رکھیے۔ جب انٹرویو یقینی ہو جائے تو ایک درخواست بالواسطہ دو تین دن پہلے بھجوا دیجیے اور ایک درخواست راست انٹرویو سے ایک دن پہلے جمع کروا دیجیے۔ میں عید پر انشاء اللہ پہنچوں گا اور ۱۵ یا ۲۰/مارچ تک وہاں رہوں گا۔ لیکن یہ اس پر منحصر ہے کہ وہاں حالات کیسے رہتے ہیں۔

۲۲/دسمبر۔ رات پھر آپ سے فون پر بات کرنے کی کوشش کی، لیکن معلوم ہوا کہ آپ کی مٹر گشت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ ان دو مہینوں میں آپ کے دو خط مجھے ملے ہیں، ایک بذریعۂ ڈاک اور ایک دائتو(۵۱) کے طلبہ کے ذریعہ۔ یوکاری کے ساتھ بھیجا جانے والا خط کئی ہفتوں کے بعد ہی مل سکے گا۔ کیوں کہ یہاں لوگوں کا آپس میں ملنا جلنا مہینوں میں ہوتا ہے۔ راست بھیجنے پر خط چار تا پانچ دن میں پہنچ جاتا ہے۔ تکبیر تیسرے دن ہی مل جاتا ہے۔ کیوں کہ سنٹرل پوسٹ آفس سے بھیجا جاتا ہے، معلوم نہیں آپ نے اس خط میں جو یوکاری کے ساتھ بھیجا ہے، کیا لکھا ہے—بہر حال وہ لڑکی ۶/جنوری کی رات پہنچ رہی ہے۔ یہاں اتا کا صاحب(۵۲) سے اس کے مسئلے پر بات ہوئی ہے۔ اتا کا ۵/جنوری کی رات پہنچ رہا ہے۔ کیا ناکانو کا سلسلہ درس جاری ہے؟

والسلام

عقیل

☆☆☆

(۲)

"ٹوکیو یونیورسٹی آف فورن اسٹڈیز"، ٹوکیو (جاپان)

۶/اکتوبر ۹۵ء

حضرت مکرم حسنی صاحب

سلام مسنون

آپ کا خط پاکر واقعی تعجب ہوا کہ فقط ایک ہی ہفتہ بعد آپ نے میرے خط کی رسید روانہ فرمادی — کاش آپ ایسی مستعدی آئندہ بھی دکھاتے رہیں۔

کتاؤکا کی مصروفیات کا علم خود ان سے بھی ہوا تھا — لیکن ان کی حماقتوں کا اندازہ آپ کے خط سے ہوا۔

کپتان قائم خاں قائم (۵۳) کے بارے میں اب بہت دیر ہوگئی۔ ویسے دیکھیے کہ ٹونک (۵۴) کے لیے محمد آباد (۵۵) کے علاوہ کیا مصطفیٰ آباد (۵۶) نام بھی تجویز یار کھا گیا تھا؟ مجھے موخر الذکر کی سند معہ [مع] حوالہ درکار ہے — قائم نے اسے مصطفیٰ آباد کہا ہے — اور وہ وزیر الدولہ کا ملازم تھا اور سیّد احمد شہید (۵۷) کو اپنا پیر دستگیر قرار دیتا ہے۔

میں نے اپنا مضمون مکمل کر لیا — اور محض دیوان اور مثنوی کی داخلی شہادتوں پر انحصار رکھا۔ اس خط کے آس پاس برکاتی صاحب (۵۸) کو بھی ایک خط ان کے خط کے جواب میں ارسال کر رہا ہوں۔ اس میں ٹونک سے نکلنے والے تحقیقی مجلّے کا پتا دریافت کیا ہے — جو میں نے آتے ہوئے کراچی سے لانا بھول گیا — اس کے ابتدائی آٹھ شمارے میرے پاس ہیں — اچھا جرنل ہے۔ اگر آپ ہی اس کا پتا بھیج دیں تو بہتر ہوگا۔ لیکن اتنا وقت نہ لگائیں کہ پھر دوسروں سے رجوع کرنا پڑے۔ ویسے ممکن ہے کہ برکاتی صاحب بھی پتا بھیج دیں — لیکن میں ان سے عجلت کی درخواست نہیں کر سکتا۔ اب وقت تو اتنی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے اور تحقیقی انکشافات اس سرعت سے منظرِ عام پر آرہے ہیں کہ کتاب یا مقالہ پریس میں ہوتا ہے تو معلومات کے لحاظ سے پرانا ہو جاتا ہے۔

کراچی کے حالات کا یہاں بھی اس قدر ہوّا ہے کہ جاپانی طلبہ کا اس سال کا دورہ معرضِ خطر یا التوا میں ہے۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ ان کے دورے سے کراچی علیحدہ نہ رہے۔ لیکن اگر وہ کراچی آئیں گے تو یہ امکان کم ہے کہ وہ زیادہ دن وہاں رہ سکیں اور یونیورسٹی میں ان کی کلاسیں ہو سکیں۔ صرف دو ایک دن وہ وہاں رہیں گے۔ ان کی متبادل تدریس کے لیے لاہور میں انتظام کرنے کی ذمے داری کتاؤکا نے مجھ پر ڈال دی ہے اور میں الجھن میں ہوں۔ کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ بات نبھ جائے۔ وہاں کے حالات کے باعث ہی چار پولیس افسروں کا کراچی جانا رک گیا ہے اور وہ اب یہیں ایک ادارے میں پڑھ رہے ہیں۔

ان دنوں آپ کے پاس کیا کیا مصروفیات ہیں — یونیورسٹی کے علاوہ؟ ناکانو کی تدریس تو جاری ہوگی۔

ایسوسی ایٹ پروفیسر کا معاملہ آپ اکتوبر میں فیصل ہونے کا امکان ظاہر کر رہے ہیں — آپ کو یاد ہوگا کہ ایک مزید درخواستِ استثنیٰ میں نے آپ تک پہنچائی تھی کہ عین وقت پر اس پہ تاریخ ڈال کر منزل تک پہنچا دیں۔ اب یہی درخواست احتیاطاً پھر منسلک کرتا

ہوں۔ اور اسی گزارش کے ساتھ کہ مناسب وقت پر اس پر تاریخ ڈال کر خود متعلقہ صاحب تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ میں اب کسی قیمت پر مستقبل قریب میں وہاں نہ آسکوں گا۔

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے —بھابی کی خدمت میں سلام اور بچیوں کے لیے دعا۔

عقیل

☆☆☆

(۷)

ٹوکیو

۱۸۔۱۔۹۶ء

جناب حسنی صاحب

سلام مسنون

آپ کا ۷ر جنوری کا کرم نامہ ابھی کچھ دیر پہلے ہمدست ہوا، اطمینان ہوا—لیکن کئی معاملات میں اضطراب بھی۔ مجھے وقار رضوی کے ترقی پانے یا مزید ترقی پانے کا بھی افسوس نہ ہوگا کہ اب وہ اس مرحلے پر ہیں کہ ان کی یہ ترقی ان سے نیچے والوں کے لیے نقصان دہ نہ ہوگی اور پھر ناانصافیاں تو ہمارے معاشرے میں اس حد تک ہو رہی ہیں کہ اب ان کی اس طرح عادت ہو سکتی ہے کہ وہ انوکھی نہیں لگتیں۔

مذکورہ مضمون کی اس صورت میں اشاعت پر خود مجھے بھی ملال ہوا ہے، کیونکہ بقول آپ کے اس میں شامل ''بعض ریمارکس'' جو اخلاقی نقطۂ نظر سے گرفت میں آتے ہیں، وہ سیاق سے الگ شائع ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے مضمون میں ان کا جواز موجود نہیں رہا۔ لکن زیادہ افسوس مجھے اس مصلحت کے باعث ہوا ہے جس کے تحت یہ اب چھاپا گیا ہے۔ آپ نے محض ایک اشارہ کیا ہے اور باقی کے لیے ''لب کشائی سے گریزاں ہیں۔'' جب کہ میں پورا ردعمل جاننا چاہتا ہوں۔ یعنی کس کس کا کیا ردعمل ہے۔ کبھی موقع ملا تو میں یہ مضمون مکمل خود چھپواؤں گا تاکہ اس کے بعض حصوں کے حذف کیے جانے کی مصلحت بھی عام ہو سکے۔ فی الحال میں نے ایک وضاحتی خط ''قومی زبان'' (۵۹) کے لیے بھیجا ہے۔ لیکن اندازہ نہیں کہ یہ چھپنے دیا جائے گا یا نہیں—ویسے میرا اصرار ہے کہ جو حقائق اس کی اشاعت کے پس پشت آپ کو نظر آتے ہیں، وہ ضرور بتا دیں تاکہ میں ان سے واقف ہو سکوں۔ کشفی صاحب نے کیا ہنگامہ مچایا ہے؟

میں یہاں مزید رکنے کے معاملے میں فی الحال مذبذب ہوں۔ وہاں کی کشش اور یہاں کا سکون—دونوں ہی مجھے کھینچ رہے ہیں۔ کشش والدہ کی زیادہ ہے۔ اس لیے اگر رکنے کا فیصلہ کروں گا تو توسیع کی درخواست بھیجوں گا۔ ویسے کیا صدرِ شعبہ کے وسیلے کو نظر انداز کرنا ممکن نہ ہوگا؟

جاپان فاؤنڈیشن کے فارم کے لیے قبل ازیں لکھ چکا ہوں کہ آپ نے اسے نہ بھیجا تو کوئی مضائقہ نہیں ہوا۔ یہ اس صورت میں ممکن نہ تھا، بلکہ لاج رہ گئی۔ فارم آتا تو منظور نہ ہوتا—اور یہ یوں برا ہوتا کہ متعلقہ افراد آپ کے نام سے واقف ہیں۔ صرف ایک تیکنیکی ریسرچ کا فارم منظور ہوا ہے اور غالباً محسن بھوپالی (۶۰) کو ہائیکو کی ایک کتاب چھاپنے کے لیے رقم بھی مل جائے۔ دلنواز دل صاحب (۶۱)، وقار رضوی کے ہمسر معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں کسی نے کتاؤکا کا پتہ دے دیا تھا۔ پھر وہ راؤ فرمان علی وزیرِ مملکت یا کچھ اور کے رشتے دار ہیں اور وہاں کے سفیر اور یہاں کے سفارت خانے سے کتاؤکا پر مسلسل زور ڈال رہے ہیں—معلوم نہیں کتاؤکا کب بے بس ہو جائیں۔

سحر انصاری اور وقار رضوی کے علاوہ پروفیسر شپ کا تیسرا امیدوار کون ہے؟

محمود غزنوی کی بیل کسی منڈھے چڑھی؟ انھیں وقت دیجیے—اور کام پر آنے کے لیے اصرار کیجیے بلکہ باندھے رکھیے۔

میں نے قائم ٹونکی والا مضمون مکمل کر لیا تھا اور اب وہ "اورینٹل کالج میگزین" (۶۲) کے خاص نمبر میں چھپا ہے۔ غالباً پرچہ ابھی تقسیم کے مرحلے میں نہیں آیا— آپ کے پاس تو آتا ہے؟ تحقیق (۶۳) کے شمارہ ۸ میں میری مرتبہ ایک "اردو کی اولین نسوانی خود نوشت" چھپی ہے۔ یہ علیٰحدہ کتابی صورت میں بھی ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب چھاپ رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کی اشاعت سے ادب اور تاریخ کے کئی گوشے پہلی بار منظرِ عام پر آئیں گے— آپ کو یاد ہوگا، غلام بھیک نیرنگ (۶۴) اور قائد اعظم کی غیر مطبوعہ مراسلت (انگریزی) میں نے کبھی مرتب کی تھی—اسے اقبال اکیڈمی نے چھاپنا منظور کیا ہے—لیکن چھپنے تک معلوم نہیں کتنا عرصہ لگے۔ یہاں رہ کر ماخذ کی کمی میں کوئی نیا موضوع ہاتھ میں لینا دشوار ہونے کے سبب ایسے پرانے کیے ہوئے کام مکمل کرتا رہا۔ ہاں، نئے ایک دو انگریزی مضامین ضرور لکھ ڈالے ہیں جو اشاعت اور نظرِ ثانی کے مرحلے میں ہیں۔ اندازہ ہوا کہ انگریزی کا ایک مضمون بھی بازگشت کا حامل ہوتا ہے۔ اردو ہندی کے تعلق سے میرے ایک انگریزی مضمون نے، جو پچھلی ملاقات میں آپ کو دیا تھا—یہاں رہ کر ایسے مزید مضامین لکھنے کا حوصلہ دیا—

آپ نے لکھا ہے کہ اگلے سال کے اوائل میں آپ سبکدوش ہو رہے ہیں—سبکدوشی کے بعد کے لیے آپ نے کیا سوچا ہے— اور ابھی تو آپ توانا بلکہ جوان ہیں—

اس خط میں—اگر آپ دیکھیں تو بہت سی باتیں—جواب / وضاحت طلب ہیں—میں اس لحاظ سے آپ کے خط کا کب تک انتظار کروں؟

شعبے میں پرسانِ حال—اور گھر میں بھابی تک میرا سلام پہنچا دیجیے۔ امید ہے آپ، بھابی اور بچیاں بخیریت ہوں گے۔

یہاں اس بار سردیاں منوار ہی ہیں—ٹوکیو برف سے ابھی محفوظ ہے—لیکن اطراف میں ہر طرف سفیدی ہے—

عقیل

☆☆☆

(۸)

ٹوکیو

۲۶-۴-۹۶ء

جناب حسنی صاحب

سلام مسنون

آپ کا ۱۴/ اپریل کا خط مجھے ۲۲/ تاریخ کو مل گیا—آپ کے معمولات کی اس تبدیلی پر مجھے خوش گوار حیرت ہے—پھر یہ خط تو مفصل بھی ہے—

مجھے اندازہ نہ تھا کہ ''تعارف اساتذۂ اردو'' آپ کے پاس نہ ہوگی ورنہ میں اُسی وقت متعلقہ تفصیلات منسلک کر دیتا—یہ اب ملاحظہ فرمائے۔

حنیف نقوی (۶۵) کی کتاب جو مجموعۂ مقالات ہے—اس کا نام مجھے یاد نہیں رہا، ''تلاش و تعارف'' میں اگر ایسے مقالات نہیں جن میں سہسوانی مشاہیر ادب کا ذکر ہو—تو پھر وہ کوئی اور کتاب ہے—جو میں نے صرف اور صرف آپ کے ہاں دیکھی تھی۔ آپ تلاش کیجیے آپ کے پاس موجود ہے۔ اس میں تسلیم سہسوانی کے متعلقہ صفحات کا عکس (کتاب کا نام اور مقام وسنہِ اشاعت کے ساتھ) مجھے ارسال کر دیجیے۔

واثق (۶۶) کے صبح تبادلے کی مصلحت یہ ہے کہ وہ اپنی گزر اوقات کے لیے شام کو ٹیوشن پڑھاتے اور مزید پڑھانا چاہتے ہیں۔ پھر جیسے تیسے جو کچھ صبح پڑھائی ہو جاتی ہے، کالجوں میں شام کو اس کے مقابلے میں اتنی بھی نہیں ہوتی۔ پھر وہ ایک کمپیوٹر کا کورس بھی کر رہے ہیں—

میں نے اپنے پانچویں سال کی توسیع کے لیے ایک خط مشورۃً اور تذکرۃً پرویز صاحب کو لکھا تھا جو محمود نے انھیں پہنچا دیا ہے— آپ کسی صورت ان سے مشورہ کیجیے۔ کیا اس بار بھی یہاں کے V.C. سے خط لکھوانا ضروری ہوگا؟

صدیقہ کی کلیات کے شائع ہونے کی فی الواقعی مجھے بے حد خوشی ہے—تفصیلات بھی آپ لکھ دیتے کہ کس نے شائع کی ہے— اگر خود شائع کی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ تبصرے کے لیے تقسیم کروایئے—یوں ایسی چیز فروخت تو ہوتی نہیں—متعلقہ ذوق کے افراد میں بھی تقسیم کروایئے—

کَم (۶۷) کی مطلوبہ کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام وہ نہیں جو انھوں نے لکھا ہے، بلکہ یہ ہے:

"Sound Correspondence between Tamil and Japanese"

اور اس کا مصنف Susumo Ono ہے۔ یہ ٹوکیو سے ۱۹۸۰ء میں چھپی تھی—صفحات ۱۰۹ ہیں۔ اب یہ فروخت میں کہیں موجود نہیں۔ اور ہاں یہ جاپانی زبان میں ہے—فہرست میں اندراج اس کا انگریزی میں ہوا ہے—اور یہ ان کے کس کام کی۔ میں زیادہ سے زیادہ اس کا عکس بنوا کر ساتھ لا سکتا ہوں۔ لیکن عکس کا بھی وہ کیا کریں گے—جہاں تک غیر زبانوں کے جاپانی زبان پر اثرات کا تعلق ہے—

ایسی کتابوں کا ایک انبار ہے—کم سے کہیے کہ جب وہ کوریا جائیں تو ٹوکیو زیادہ دور نہیں—اس طرح انبار تو منتقل نہیں ہو سکتا۔ میں تو اپنا ایک ایک کاغذ بھی لانے کے لیے موقع نکالتا ہوں۔ چونگ کا موضوعِ تحقیق کیا ہے؟

میں پہلے آپ کو لکھ چکا تھا کہ دائتو کے طلبہ کا دورہ کراچی کے حالات کے باعث تقریباً ملتوی ہو گیا تھا لیکن میں نے لاہور میں متبادل انتظامِ تدریس کا بصد کوشش عین وقت پر کروا دیا تھا—چنانچہ یہ ایک ہفتہ / عشرہ لاہور میں رہے اور بہت خوش ہو کر آئے ہیں۔ اب اس سال شاید کراچی ہی آئیں لیکن حالات سے مشروط رہے گا۔

جناب انٹرویو میں شرکت سے مستثنیٰ کروایئے—میں نے پرویز صاحب(۶۸) کو بھی لکھا ہے—آخر وقار رضوی کا کون سا انٹرویو ہو گیا تھا—! رپورٹ کس کس سے منگوائی گئی ہے—میں نے گزشتہ ہفتے محمود کے ایک خط کے جواب میں ایک خط ارسال کیا ہے—اور ان کے ممتحنین کے لیے چند نام تجویز کیے ہیں—یہاں اسادا(۶۹) کو نہیں کتاؤکا کو بھجوا سکتے ہیں—کتاؤکا پروفیسر ہے جب کہ اسادہ ایسوسی ایٹ—پھر کتاؤکا کی رپورٹ میری مرضی کے مطابق ہو گی۔

والسلام

عقیل

☆☆☆

(۹)

"ٹوکیو یونیورسٹی آف فورن اسٹڈیز"، ٹوکیو (جاپان)

۱۲ر نومبر ۹۷ء

حضرت مکرم حسنی صاحب

سلام مسنون

آپ کا یکم نومبر کا خط—تاخیر سے—۱۰ر نومبر کو موصول ہوا، ورنہ بالعموم تین چار دن میں مل جاتا ہے۔ آپ سے فون پر بات ہوئی تو دوسرے ہی دن ڈاکٹر صفی اللہ (۷۰) کو خط لکھ دیا—جو انھیں مل چکا ہو گا—خیال ہے کہ وہ تاخیر نہ کریں گے—کیوں کہ ایسی ہی ان کی درخواستیں میں مانتا رہا ہوں۔ میں نے اپنی رائے، جسے ۱۰ر نومبر کو بھیجنے کا ارادہ تھا، لیکن ممکن ہو جانے پر ۸ر کی شام کو بھیج دی—مگر تاریخ اس پر ۱۰ر ہی درج ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ۱۳ر نومبر تک دفتر میں پہنچ جائے گی۔ احتیاطاً اس کی نقل منسلک کر رہا ہوں—تاکہ وہ نہ پہنچی ہو تو اسے داخل کر دیں۔ "تکبیر" کی تازہ رپورٹ دیکھی—اس کی اشاعت کے بعد یقیناً وہاں مثبت تبدیلیاں آئی ہوں گی—کم کے معاملے میں مجھے خاصی بے قاعدگیاں محسوس ہوئیں—میرا خیال ہے آپ کو محتاط رہنا چاہیے۔

مقالے کی تصنیف میں ہر مقام پر شاید عجلت برتی گئی—آپ نے بھی اسے بغور نہیں پڑھا—متعدد مقامات محلِ نظر ہیں، زبان و بیان محتاط اور جامع نہیں۔ پھر اسے کسی ایک دور پر محیط ہونا چاہیے تھا—اس میں عہدِ حال کا ذکر اتنی فراغت سے قطعی نہ ہونا چاہیے تھا—

یعنی خود جُنگ کا اور اُس کا ذکر اس میں موجود ہے — پھر تازہ کاموں / مطبوعات کی فہرستیں ہی درج کر دیتا تو کوئی خاصہ نہ ہوا۔ لازمی طور پر جائزے کی کوئی آخری حد بھی مقرر ہونی چاہیے تھی تاکہ مقالہ / مقالہ نگار ذمے داری سے عاری رہتے۔ میں نے اپنی رائے میں ایسے پہلوؤں کی نشان دہی سے صرفِ نظر کیا ہے — کہ کہیں رکاوٹ کا باعث نہ بن جائیں۔ جن کمزوریوں کی نشان دہی کی ہے — وہ صرف اشاعت کے موقع پر نظر ثانی کیے جانے کے لیے ہیں۔

قبل از وقت سبک دوشی کی اسکیم کا مجھے بے چینی سے انتظار ہے — جیسے ہی آئے، متعلقہ مراسلہ فوری ارسال کیجیے۔ میں نے جو درخواست دی ہے — اگر منظور نہ ہوئی — اور مذکورہ اسکیم اس وقت تک نہ آئی، تو مجھے لازماً قبل از وقت سبکدوشی کی درخواست دینی ہو گی — اس کی مناسب اور موثر عبارت کیا ہو —؟ یہ میں قبل ازیں بھی پوچھتا رہا ہوں۔ توسیع رخصت کی درخواست آپ کے ملاحظے کے لیے منسلک ہے — مزید کئی درخواستیں بھی منسلک ہیں — اور ان پر کچھ لکھ بھی دیا ہے تاکہ ان کی روشنی میں آپ زحمت فرمائیں۔

ڈی لٹ کی درخواست کا ذکر میں آپ سے آپ کے گھر میں کر چکا تھا، قبل از وقت بھی اور بعد از وقت بھی۔ ڈاکٹر طاہرہ صدیقی (۱۷) کے لیے درخواست لکھی ہے — اور صدرِ مجلس کے لیے بھی — ان درخواستوں پر جو کچھ لکھا ہے، اسے پڑھ کر جو مناسب سمجھیں، وہ کیجیے۔

میں مہ جبیں کو کچھ لکھنے میں مُتامل ہوں — اور شاید نہ لکھ سکوں۔ ہاں زبانی میرا پیغام پہنچا سکیں تو پہنچا دیجیے تاکہ وہ اگر کچھ سفارش کر سکیں تو خوشی ہو گی۔

منسلکہ درخواستیں آپ بغور پڑھ لیجیے تاکہ میرے معاملات آپ پر واضح ہو سکیں۔

میرا ایئر وگرام آپ کے گھر کے پتے پر شاید نہ پہنچا — جو فیکس کے جواب میں تھا — پتہ وہی لکھا تھا جو آپ کے خط پر مطبوعہ ہے۔ اب یہ خط ان درخواستوں اور رپورٹ کی نقل کی وجہ سے بذریعۂ ایکسپریس بھیج رہا ہوں کہ اس طرح پہنچنا کچھ یقینی اور بلا تاخیر متوقع ہے — اب آپ کی طرف سے اس کی رسید ملے تو اطمینان ہو — اور پھر اس صورت میں کہ ان بہت سے معاملات میں صورتِ حال جاننے کا شدید اضطراب رہے گا۔

محمود غزنوی صاحب کے زبانی امتحان (۱۷) اور نتیجے کا کیا ہوا؟

میں انشاء اللہ ۲۲/ دسمبر تک دو ہفتوں کے لیے کراچی آ رہا ہوں — اور شاید بے حد مصروفیات میں وقت گزرے۔ کاش میرے آنے سے قبل یونیورسٹی کے معاملات کسی کروٹ بیٹھیں تاکہ میں یونیورسٹی کے چکروں سے بے نیاز اپنے ضروری کاموں کے لیے وقت دے سکوں۔ امید ہے آپ، بھابی اور بچیاں بخیریت ہوں گے۔

والسلام

عقیل

☆☆☆

(۱۰)

ٹوکیو

۲۴/اکتوبر ۹۸ء

محترم حسنی صاحب

سلام مسنون

یہ ڈیڑھ ماہ شدید مصروف میں گزرے، لیکن ابھی ایک ماہ اور ایسی مصروفیات سے مفر نہ رہے گا کہ پھر دسمبر کے دوسرے یا تیسرے ہفتے میں وہاں کا سفر درپیش ہو گا، جس کے باعث مصروفیات پھر بڑھ جائیں گی—اس صورت میں خطوط کا دائرہ محض جوابات تک محدود رکھتا ہوں، لیکن آپ کے معاملے میں بات مختلف ہوتی ہے—کہ جواب کس کا؟ ویسے آپ کے حالیہ معاملات میں گھر واپسی کا وقت تو وہی ہو گا، جو پچھلے برسوں میں رہتا تھا—اس لحاظ سے آپ کی مصروفیات بڑھیں تو نہیں نا؟

کتاؤکا کا وہاں آنا، یہاں حکومت کی تنبیہ کے باعث منسوخ ہو گیا۔ اب امکان کم ہے، لیکن فروری میں جانے کے لیے وہ کوشاں ہے۔

میں نے وہاں سے آتے ہوئے آپ سے کہا تھا کہ میری رخصت کے معاملے میں ذرا مہ جبیں کو ٹٹولتے رہیے—وہاں سے آتے ہوئے ایک درخواست راست گورنر سندھ تک بھجوائی تھی—پھر یہاں آکر اسادا سے بھی انھیں راست ایک خط بھجوایا تھا۔ گزشتہ ہفتے گورنر سندھ یہاں آئے—میں ایک تقریب میں، جو اُن کے اعزاز میں منعقد ہوئی، مدعو تھا، لیکن مصلحتہً شریک نہ ہوا۔ لیکن اسادا نے اُن سے میرے معاملے پر تفصیلی بات کرنا چاہی تو وہ میرے معاملے سے واقف نکلے اور انھوں نے اسادا سے کہا کہ وہ پہلے ہی میرے حق میں حکم صادر کر چکے ہیں۔ اس لحاظ سے گورنر صاحب کا حکم وی سی تک پہنچ چکا ہو گا۔ دو ہفتے قبل میں نے محمود غزنوی صاحب سے بات کی تو پتہ چلا کہ سنڈیکیٹ کا اجلاس منعقد ہونے والا ہے—وہ میرے معاملے کو ایجنڈے میں شامل کروانے کے لیے کوشش کرنے کا عندیہ دے رہے تھے—انھیں کسی پیش رفت سے مجھ کو بذریعۂ خط مطلع کرنا تھا، لیکن میں ہنوز ان کے خط کے انتظار میں ہوں۔ پچھلے ہفتے میں نے انھیں یاد دہانی کا خط بھی لکھا ہے—ایک خط صدیقہ ارمان کو یہاں کی ایک طالبہ کے داخلے کے لیے بھی لکھا ہے اور فارم بھیجا ہے کہ وہ اس طالبہ کو داخلہ دیے جانے کی رضامندی کا خط فوری کتاؤکا کو بھیجیں تاکہ اس خط کے مطابق اس کو یہاں سے ویزا مل سکے۔ وہ لڑکی اگر وہاں آئے گی تو میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ آپ سے پڑھا کرے۔ آپ صدیقہ سے جلد از جلد وہ خط بھجوایئے تاکہ وہ لڑکی دسمبر کے آخر تک وہاں آجائے۔

میرے معاملے میں اگر آپ زیدی صاحب (۷۳) سے راست یہ کہہ سکیں کہ وہ گورنر کے احکامات کے مطابق اگر جلد میرے نام خط ارسال کر دیں تو مناسب ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ گورنر صاحب کی تبدیلی سے پہلے اُن کے حکم کی تعمیل ہو جائے—اگر سیاسی دباؤ کے تحت وہ تبدیل ہو جائیں تو معلوم نہیں زیدی صاحب کا رویہ کیا ہو—

آپ کے اور نسیم کے اصرار پر میں نے کتاب کا ایک نسخہ امراؤ طارق صاحب (۷۴) کو دیا تھا—اس اُمید پر کہ اس کے بدلے میں اس پر چند سطریں بطور اطلاع ''قومی زبان'' میں چھپ جائیں گی۔ کہیں میرا وہ نسخہ ضائع تو نہیں ہو گیا؟ مولانا ابو سلمان صاحب سے بات ہو تو میرا سلام کہہ دیجیے گا۔ الوداعی ملاقات میں میں نے انھیں اسی ناگفتہ بہ حالت میں کتابوں کے درمیان فرش پر بیٹھے کام میں مشغول ہی دیکھا تھا۔ خدا اُن کی اس استقامت کا انھیں اجر دے۔

والسلام

عقیل

☆☆☆

(۱۱)

"ٹوکیو یونیورسٹی آف فورن اسٹڈیز"، ٹوکیو (جاپان)

۱۴/ جنوری ۱۹۹۹ء

جناب حسنی صاحب

حسبِ وعدہ آپ نے فون نہ کیا—میں تو آخری دنوں میں اس حد تک الجھا رہتا ہوں کہ معاملات سمیٹ نہیں پاتا۔ بلکہ آخری دن تو لیبارٹریوں کی نذر ہو گیا—لیجیے، آپ کو میری شقی القلبی سے شکایت تھی، اب میری فطرت میں شیرینی کا وجود مسلمہ ہو گیا ہے—یعنی نہار شکم ۱۶۹ اور بعدِ طعام ۲۹۷!!

ان نتائج کو پانے کے بعد اتنی مہلت نہ تھی کہ کسی طبیب یا ڈاکٹر سے ہدایات لے لیتا—سوچا ہے کہ صرف پرہیز کو آزمالوں—چناں چہ خوراک اور اجناس میں پرہیز شروع کر دیا ہے—آپ کا کیا خیال ہے—یا مشورہ کیا دیں گے؟ مئی کے آخر یا جون میں یہاں میرا طبی معائنہ مقرر رہے—کیا اتنا انتظار مناسب نہ ہو گا؟

آپ کا یکم دسمبر کا خط، تعجب ہے مجھے ۱۱/ دسمبر تک کیوں نہ ملا! شاید آپ نے یکم کو لکھا اور ڈاک خانے جانے میں تساہل سے کام لیا—ورنہ تین چار دن میں تو خط یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ بہر حال وہ یہاں آنے پر مل گیا۔ کاتو کی کتاب اب ضرور لے آؤں گا، لیکن اگست میں—اس وقت تک تو آپ کو کچھ اور کر لینا چاہیے۔

کتاؤ کا اب فروری میں بھی نہیں آئیں گے—اکتوبر میں آئیں گے، لیکن صرف اسلام آباد اور لاہور! کراچی کو ان جاپانیوں نے اپنے لیے مقتل قرار دے دیا ہے!!

والسلام

عقیل

اور ہاں: آپ اُس عبارت کے بارے میں کسی تیقن تک پہنچے؟ میں پہنچ گیا—

وہ نام راجمیداس (۷۵) ہے—
یعنی: العبد کم ترین راجمیداس تحصیل دار مہرولی... وغیرہ وغیرہ

عقیل

☆☆☆

(۱۲)

"ٹوکیو یونیورسٹی آف فورن اسٹڈیز"، ٹوکیو (جاپان)

۱۰/ اپریل ۱۹۹۹ء

جناب مکرم حسنی صاحب

سلام مسنون

میرے خطوط آپ تک پہنچتے رہے ہوں گے۔ آصفہ (۷۶) کے ذریعے بھیجا گیا خط مجھے آصفہ کی واپسی کے دنوں میں ہمدست ہوا—اور پھر آصفہ سے غیر متوقع ملاقات ہونے کے باعث میں آپ کی فرمائش پوری نہ کرسکا—اب اگست تک انتظار کیجیے۔

آپ سے گزارش کی تھی کہ ڈاکٹر محمد علی اثر (۷۷) کا ایک مضمون جو "قومی زبان" میں اشاعت کے لیے دیا تھا، اس کے بارے میں اطلاع دیں—اور اگر نہ چھپا ہو تو ادیب سہیل (۷۸) سے اس کی اشاعت کے لیے اصرار کریں۔ جب چھپ جائے تو پھر مضمون نگار کا پرچہ محفوظ کروالیں—میں وصول کرکے بھجوادوں گا۔

جس جاپانی طالبِ علم کے داخلے کے لیے آپ کو لکھا تھا، اس کا کام ہوگیا ہے—وزارتِ تعلیم اور خود جامعہ کراچی سے سرکاری خط یہاں سفارت خانے میں موصول ہوگیا۔ چناں چہ اب یہ طالب علم—جو دراصل وزارتِ خارجہ کا نو آموز افسر ہے، جون کے آخر میں کراچی پہنچ رہا ہے اور جولائی سے شعبے میں اپنی تعلیم شروع کرے گا۔ یہ مبتدی نہیں، اس کا معیار ساجی (۷۹) جیسے طلبہ سے بہت بہتر ہے۔ تیس سال کے بعد یہ پہلا افسر ہے جو لاہور کے بجائے کراچی بھیجا جارہا ہے—اور اس کے لیے مجھے جو کشش کرنی پڑی ہے—وہ شاید کوئی نہ سمجھ سکے۔ اب کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ سلسلہ جاری رہے—اس کی صورت یہ ہوگی کہ یہ طالب علم شعبۂ اردو کے اساتذہ سے مایوس اور بدگمان نہ ہو۔ میں صدیقہ ارمان کو لکھ رہا ہوں کہ ایسے اساتذہ کا انتظام اس کے لیے کریں کہ جو اس پر اچھا تاثر ڈالیں—اور وقت ضائع نہ کریں۔

اس طالب علم کے داخلے کے معاملات سے فائدہ اٹھا کر وہاں کے ایک "بڑے صاحب" نے اپنے "سیر جاپان" کا معاملہ مضبوط کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے—چناں چہ یہاں بحالتِ مجبوریٔ اخلاق انھیں اسی سال کسی وقت مدعو کیے جانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ بس دعا کر رہا ہوں کہ ان کی آمد کے وقت کاش میں یہاں نہ رہوں۔

کیا ایسی کوئی خبر وہاں عام نہیں ہوئی؟ مجھے تو یہاں کی وزارتِ خارجہ اور کراچی کے قونصل خانے دونوں جگہوں سے چند ماہ پہلے اس خبر کی سن گن ملی تھی، جس کی گزشتہ ماہ تصدیق ہوگئی—آپ کا یہ جملہ ذہن میں گونجتا ہے کہ... ہر شخص "مادہ" ہی نکلتا ہے! جمیل اختر صاحب(۸۰) کا حال اب کیسا ہے؟

مذکورہ طالبِ علم کا نام ہنازاوا ہے۔ اور یہ طے ہوگیا ہے کہ وہ ہفتے میں دو یا تین دن آپ کے گھر آکر آپ سے پڑھا کرے گا۔ آپ اسے اخبار پڑھایا کیجیے—اور الفاظ کے اشتقاق کی تشریح کرتے ہوئے—اور ہر اشتقاق کے فرق کو جملے میں استعمال کرتے ہوئے واضح کرتے رہیے—بقیہ معاملات خود آپ طے کرلیں۔

مزید: یہاں میرے جانشین کا مسئلہ درپیش ہے—اور میں بڑی مشکل میں ہوں اور یہ میری گلوخلاصی کے لیے ضروری ہے—اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کس کا نام پیش کرتے؟ یہ صرف زبان کی تدریس کا منصب نہیں، ہند اسلامی تاریخ و تہذیب کی تدریس اور ساتھ ہی ان موضوعات کی نگرانی تحقیقی کا منصب بھی ہے۔

والسلام

عقیل

☆☆☆

حواشی:

۱۔"سعادت حسن منٹو اور سماجی حقیقت نگاری۔ معاصر افسانہ نگاروں کے فنی تناظر میں"، کے عنوان سے ۲۰۰۹ میں مقالہ لکھ کر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی سے سند لی تھی۔

۲۔پاکستان میں دو اداروں نے شائع کیے، اوّل:ڈاکٹر یونس حسنی،"کلیاتِ اختر شیرانی"(ترتیب وتدوین)، ندیم بُک ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۳ء، دوم:ڈاکٹر یونس حسنی، "کلیاتِ اختر شیرانی"(ترتیب وتدوین)، بُک ٹاک، لاہور، ۲۰۰۴ء

۳۔ڈاکٹر یونس حسنی، "کلیاتِ اختر شیرانی"(ترتیب وتدوین)، فرید بُک ڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ، نئی دہلی، ستمبر ۲۰۰۵ء

۴۔عامر علی خان(مرتّب)، "جاپان میں اردو مکتوب نگاری"، شعبۂ اردو، ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز، جاپان، ۲۰۲۳ء، ص۱۶

۵۔ایضاً، ص۱۷

۶۔پروفیسر ہیروجی کتاؤکا: اردو زبان وادب کے معروف معلّم، محقّق، مترجم، مصنّف اور دائتو بنکا یونیورسٹی، جاپان کے پروفیسر ایمرطس۔ حکومتِ پاکستان کی جانب سے انھیں "ستارۂ امتیاز" سے نوازا گیا تھا۔

۷۔ڈاکٹر ابوالخیر کشفی

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال: جامعہ کراچی کے سابق صدرِ شعبۂ اردو اور جامعہ اردو کے سابق شیخ الجامعہ بھی رہے ہیں۔

۹: جامعہ کراچی میں شعبۂ اردو کی سابق استاد۔

۱۰: ڈاکٹر نسیم فاطمہ، شعبۂ لائبریری سائنس کی استاد تھیں۔

۱۲: متنازع کہانیوں کا مجموعہ، جو نظامی پریس، لکھنؤ سے ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا۔

۱۳: جامعہ کراچی میں شعبۂ اردو کے سابق استاد۔

۱۴: پروفیسر ڈاکٹر وقار رضوی (۵ دسمبر ۱۹۳۶ء-۱۱/اپریل ۲۰۲۱ء) اردو زبان وادب کے محقّق، نقّاد، مصنّف اور شعبۂ اردو، جامعہ کراچی کے سابق مدرّس۔

۱۵: پروفیسر سحر انصاری، اردو کے معروف شاعر، محقّق، نقّاد اور شعبۂ اردو، جامعہ کراچی کے سابق مدرّس۔

۱۶: شعبۂ اردو، جامعہ کراچی سے تحقیقی جریدے کے اجرا کے لیے گفت وشنید کی جارہی تھیں۔ بعد ازاں ۲۰۱۴ء میں ''امتزاج'' کے نام سے تحقیقی مجلّہ جاری ہوا۔ جس کے اب تک اکّیس شمارے منصّۂ شہود پر آچکے ہیں۔

۱۷: شعبۂ اردو، جامعہ سندھ کا معروف تحقیقی مجلّہ ''تحقیق''۔

۱۸: مشفق خواجہ (۱۹۳۵ء-۲۰۰۵ء) کا اصل نام خواجہ عبدالحیٔ تھا۔ آپ اردو زبان وادب کے معروف محقّق، نقّاد، کالم نگار، شاعر اور ادیب تھے۔

۱۹: شعبۂ اردو، جامعہ کراچی کی پروفیسر۔

۲۰۔ پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی (۱۹۳۲ء-۲۰۰۸ء) جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو کے سابق صدر، معلّم، محقّق، نقّاد اور ماہرِ تعلیم تھے۔ آپ نے جاپان کی اوساکا یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں تین سال تدریسی فرائض بھی انجام دیے۔

۲۱: بیگم اختر ریاض الدّین (۱۵/اکتوبر ۱۹۲۸ء-۱۱ جنوری ۲۰۲۳ء) اردو کی معروف سفر نامہ نگار اور مصنّفہ ہیں۔

۲۲: اِن کے دو سفر نامے خاصے مشہور ہوئے، پہلا: ''سات سمندر پار'' (۱۹۶۹ء) اور دوسرا: ''دھنک پر قدم'' (۱۹۷۶ء)۔ اوّل الذّکر سفر نامے پر انھیں ''آدم جی ایوارڈ'' سے بھی نوازا گیا۔

۲۳۔ ''اردو ادب میں سفر نامہ''

۲۴۔ بشریٰ رحمٰن (۲۹/اگست ۱۹۴۴ء-۷ فروری ۲۰۲۲ء) اردو زبان وادب کی معروف ناول نگار اور مصنّفہ ہیں۔ آپ کو ۲۰۰۷ء میں ''ستارۂ امتیاز'' عطا کیا گیا تھا۔

۲۵۔ بشریٰ رحمٰن کا ۱۹۸۹ میں شائع شدہ معروف سفر نامہ۔

۲۶۔اردو کے نامور ادیب شاہد احمد دہلوی کی زیرِ ادارت پاکستان کراچی سے شائع ہونے والا منفرد ماہ نامہ ادبی رسالہ۔

۲۷۔شاہد احمد دہلوی نے ۱۹۳۶ء میں ''جاپان نمبر'' نکالا تھا۔

۲۸۔جاپان کا ایک شہر۔

۲۹۔ایک جاپانی طالبِ علم۔

۳۰۔اقبال تیر اتانی: تجارت کی غرض سے ۱۹۶۸ء میں جب کراچی آئے تو پھر یہیں کے ہوگئے۔مشرّف بہ اسلام ہونے کے بعد ایک پاکستانی خاتون سے شادی بھی کی۔جاپانی نژاد یوریو کی تیر اتانی اب اقبال تیر اتانی پاکستانی ہیں۔

۳۱۔محمّد صلاح الدّین کی زیرِ ادارت ۱۹۸۴ء سے نکلنے والا ہفت روزہ۔

۳۲۔سابق استاد،شعبۂ ابلاغِ عامہ،جامعہ کراچی

۳۳۔پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود: جامعہ کراچی کے سابق صدرِ شعبۂ ابلاغِ عامہ۔

۳۴۔ رفیق احمد نقش(۱۵مارچ۱۹۵۹ء-۱۵مئی ۲۰۱۳ء) مدرّس، محقّق، نقّاد، شاعر، مترجم، مدیر اور ماہرِ لسانیات تھے۔آپ نے سٹی کالج میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو میں جزووقتی تدریسی فرائض انجام دیے تھے۔

۳۵۔شعبۂ اردو، جامعہ کراچی کی جاپانی طالبہ۔

۳۶۔ابو سلمان شاہ جہاں پوری(۳۰جنوری ۱۹۴۰ء-۲فروری ۲۰۲۱ء) مدرّس، محقّق، موٴرخ اور متعدّد کتابوں کے مصنّف تھے۔آپ گورنمنٹ نیشنل کالج، کراچی میں پروفیسر تھے۔

۳۷۔پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال، جنھوں نے اسی زمانے میں حج کیا تھا۔

۳۸۔ شوئچی ناکانو: آغاز میں ڈاکٹر معین الدّین عقیل سے اردو زبان سیکھتے رہے ہیں۔کراچی میں قونصل جنرل اور جاپان ایمبیسی اسلام آباد میں سفارت کار کے طور پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔

۳۹۔اردو زبان پر عبور رکھنے والے امادیو مائیلو، اورینٹل یونیورسٹی نیپلز، اٹلی میں پروفیسر اور ڈاکٹر معین الدّین عقیل کے رفیقِ کار۔

۴۰۔ متین الرحمٰن مرتضیٰ، اخبار ''جسارت'' کے اداریہ نویس اور معروف صحافی۔

۴۱۔پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری(۲۶جنوری ۱۹۲۶ء-۳/اگست ۲۰۱۳ء) مدرّس، محقّق، نقّاد، مدیر، ماہرِ لسانیات اور جامعہ کراچی کے صدرِ شعبۂ اردو تھے۔آپ متعدّد کتابوں کے مصنّف، ''اردو ڈکشنری بورڈ'' کے سیکریٹری اور مدیرِ اعلیٰ بھی رہے۔

۴۲۔ صلاح الدّین(۵جنوری۱۹۳۵ء-۴دسمبر۱۹۹۴ء)پاکستان کے معروف صحافی اور ہفت روزہ ''تکبیر'' کے مدیر۔

۴۳۔ جامعہ کراچی کے سابق شیخ الجامعہ

۴۴۔ مظہر محمود شیرانی(۹/اکتوبر۱۹۳۵ء-۱۳جون۲۰۲۰ء)پاکستان کے معروف محقّق، خاکہ نگار، نقّاد، ماہرِ تعلیم اور فارسی کے پروفیسر تھے۔ آپ مشہور شاعر اختر شیرانی کے صاحب زادے اور حافظ محمود شیرانی کے پوتے تھے۔

۴۵۔ یوکاری ریکوکاوا، ڈاکٹر معین الدّین عقیل کی ہونہار شاگرد ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں جامعہ کراچی کے شعبۂ اردو سے دو سالہ ڈپلوما کورس مکمّل کیا۔ بعد ازاں ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹیڈیز کے شعبۂ اردو سے ۱۹۹۲ء میں ایم اے اردو کیا۔ فکشن اور ترجمے سے گہرا شغف رکھتی ہیں۔

۴۶۔ پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام(یکم جولائی۱۹۳۳ء-۱۶فروری۲۰۰۱ء)اردو زبان وادب کے ممتاز محقّق، معلّم، نقّاد اور ادیب تھے۔ آپ جامعہ سندھ کے سابق صدرِ شعبۂ اردو بھی رہے ہیں۔

۴۷۔ پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی ۱۹۹۴ میں عارضۂ قلب میں مبتلا ہوئے تھے۔

۴۸۔ جاپانی طالبِ علم

۴۹۔ ایک جاپانی طالبہ

۵۰۔ پروفیسر شپ کے لیے

۵۱۔ دائتوبنکا: جاپان کی یونیورسٹی

۵۲۔ اتاکا محمّد عظمت شی گے یوکی(پ:۱۸/اگست۱۹۴۵ء)جاپانی نژاد پاکستانی ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں جامعہ کراچی کے شعبۂ سیاسیات سے تعلیم حاصل کی۔ پاکستان میں کراچی کے جاپانی قونصل خانے سے ۱۹۷۹ء میں منسلک ہوگئے۔ ۱۹۸۴ء میں مشرّف بہ اسلام ہوکر پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی بھانجی آصفہ سے شادی کرکے کراچی ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔

۵۳۔ انّیسویں صدی کا ایک اردو شاعر

۵۴۔ بھارت(راجستھان)کی ایک چھوٹی سی ریاست۔

۵۵۔ ٹونک کے حکم ران نواب محمد علی خان نے اپنے نام کی مناسبت سے اِس ریاست کا نام ''محمّد آباد ٹونک'' رکھا تھا، لیکن اب اِسے ٹونک ہی کہا جاتا ہے۔

۵۶۔ رامپور کا پرانا نام مصطفٰی آباد تھا۔

۵۷۔ سیّد احمد شہید(۲۹نومبر ۱۷۸۶ء-۶مئی ۱۸۳۱ء)برِّصغیر پاک وہند کے کے مجاہد اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد تھے۔

۵۸۔ محمود احمد برکاتی(۲۱/اکتوبر ۱۹۲۴ء-۹جنوری ۲۰۱۳ء)مدیر، طبیب، فلسفی،عالم، اسکالر اور متعدّد کے کتابوں کے مصنّف تھے۔

۵۹۔انجمن ترقّیِ اردو پاکستان، کراچی سے نکلنے والاماہ نامہ جریدہ

۶۰۔ محسن بھوپالی(۱۹۳۲ء-۲۰۰۷ء)کااصل نام عبدالرّحمان تھا، آپ اردو کے معروف شاعر ہیں۔

۶۱۔ہائیکو کے ایک شاعر۔

۶۲۔۱۹۲۵ء میں پروفیسر محمّد شفیع کی زیرِ ادارت اورینٹل کالج لاہور سے نکلنے والا علومِ شرقیہ کا سہ ماہی تحقیقی جریدہ۔

۶۳۔شعبۂ اردو، جامعہ سندھ کا معروف تحقیقی جریدہ۔

۶۴۔غلام بھیک نیرنگ (۲۶ستمبر ۱۸۷۶ء-۱۶/اکتوبر ۱۹۵۲ء)علّامہ اقبال کے ہم جماعت اور دوست تھے۔ آپ شاعر، معروف وکیل اور آل انڈیا مسلم لیگ کے عہدے دار بھی رہے ہیں۔

۶۵۔پروفیسر ڈاکٹر سیّد حنیف احمد نقوی(۲۹/دسمبر ۱۹۳۸ء-۲۲دسمبر ۲۰۱۲ء) معروف محقّق، نقّاد،لسان شناس، مصنّف اور سابق صدرِ شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی تھے۔

۶۶۔ڈاکٹر معین الدّین عقیل کے بھتیجے اور جامعہ اردو میں نائب ناظمِ امتحانات ہیں۔

۶۷۔کم'Kim' جنوبی کوریا کا طالبِ علم۔

۶۸۔جامعہ کراچی میں شعبۂ حیاتیات کے پروفیسر اور انجمنِ اساتذہ کے متحرک رہنما۔

۶۹۔ پروفیسر اسادا یوتاکا(۲۴/اگست ۱۹۴۸ء-۲۵/اکتوبر ۲۰۲۲ء)ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز کے شعبۂ اردو کے سابق سربراہ معلّم، محقّق، مترجم رہے ہیں۔ آپ کو حکومتِ پاکستان نے اردو زبان وادب کی گراں قدر خدمات کے صلے میں "ستارۂ خدمت" بھی عطا کیا گیا تھا۔

۷۰۔ مقیم مدراس، انڈیا

۷۱۔پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ: جامعہ کراچی میں سابق صدرِ شعبۂ فارسی اور کلیۂ فنون کی ڈین تھیں۔

۷۲۔برائے پی ایچ ڈی، جو ڈاکٹر معین الدّین عقیل کی نگرانی میں کیا گیا۔

۷۳۔جامعہ کراچی کے سابق شیخ الجامعہ۔

۷۴۔ امراؤ طارق (۲۴مارچ ۱۹۳۲ء-۸دسمبر ۲۰۱۱ء)اردو کے معروف افسانہ نگار، ناول نگاراور نقّاد تھے۔ آپ نے محکمۂ پولیس سے سبک دوش ہو کر "انجمن ترقّیِ اردو پاکستان، کراچی میں بطور نائب معتمد بھی کام کیا۔

۷۵۔ کتاب ''تاریخ وآثارِ دہلی'' کا مصنّف، جسے ڈاکٹر معین الدّین نے مرتّب کر کے شائع کیا۔

۷۶۔ جاپان کلچر سے منسلک، پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی بھانجی آصفہ اتاکا۔

۷۷۔ ڈاکٹر محمد علی اثر صاحب (پ:۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں اردو زبان وادب کے معلّم، محقّق، نقّاد، شاعر، ادیب، دانش ور اور ماہرِ دکنیات ہیں۔

۷۸۔ ادیب سہیل (۱۸ جون ۱۹۲۷ء–۸ مارچ ۲۰۱۷ء) اردو زبان وادب کے ممتاز شاعر، ماہرِ موسیقی اور انجمن ترقّیِ اردو، کراچی سے نکلنے والے ماہ نامہ رسالہ ''قومی زبان'' کے مدیر تھے۔

۷۹۔ ایک کمزور طالبِ علم

۸۰۔ پروفیسر جمیل اختر خان: سابق صدرِ شعبۂ اردو، جامعہ کراچی تھے۔

حوالہ جات

حسنی، ڈاکٹر یونس، کلیاتِ اختر شیرانی (ترتیب وتدوین)، ندیم بک ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۳ء۔

حسنی، ڈاکٹر یونس، کلیاتِ اختر شیرانی (ترتیب وتدوین)، بُک ٹاک، لاہور، ۲۰۰۴ء۔

حسنی، ڈاکٹر یونس، کلیاتِ اختر شیرانی (ترتیب وتدوین)، فرید بُک ڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ، نئی دہلی، ستمبر ۲۰۰۵ء۔

خان، عامر علی (مرتّب)، جاپان میں اردو مکتوب نگاری، شعبۂ اردو، ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز، جاپان، ۲۰۲۳ء۔

ریاض الدین، اختر، سات سمندر پار، مکتبۂ اردو ڈائجسٹ، لاہور، بارِ دوم: ۱۹۶۹ء۔

ریاض الدین، اختر، دھنک پر قدم، نسیم بُک ڈپو، لاہور، باراوّل: ۱۹۷۶ء۔

سدید، ڈاکٹر انور، اردو ادب میں سفر نامہ، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، س ن۔

شیخ، انصار احمد، "سعادت حسن منٹو اور سماجی حقیقت نگاری۔ معاصر افسانہ نگاروں کے فنی تناظر میں"، (مقالہ برائے پی ایچ ڈی)، مخزونہ: شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، ۲۰۰۹ء۔

ظہیر، سیّد سجّاد و دیگر، انگارے، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۳۲ء۔

عقیل، ڈاکٹر معین الدّین (مرتّب)، تاریخ وآثارِ دہلی، انجمن ترقّیِ اردو (ہند)، نئی دہلی، ۲۰۱۹ء۔

فاروقی، یاسمین سلطانہ، قومی زبان، انجمن ترقّیِ اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۴۸ء سے تاحال۔

فرمان، ڈاکٹر عظمیٰ (ایڈیٹر)، امتزاج، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی (تحقیقی مجلّہ)، ۲۰۱۴ء سے تاحال۔

نجم الاسلام، ڈاکٹر، تحقیق، شعبۂ اردو، جامعہ سندھ (تحقیقی جریدہ)، ۱۹۸۷ء سے تاحال۔